جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

# انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مُدظلہٗ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

رمضان المبارک سنہ ۱۴۲۰ھ

دسمبر سنہ ۱۹۹۹ء

## دو دُعائیں جو رَد نہیں ہوتیں

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ، اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا" [1]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دو دُعائیں ایسی ہیں جو اوّل تو رَد نہیں ہوتیں یا بہت ہی کم رَد ہوتی ہیں، ایک تو اذان کے وقت کی جانے والی دُعا۔ (۲) دوسری لڑائی کے وقت کی دُعا جب کہ لوگ ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔

## دو چیزیں جو مؤذنوں کی گردنوں میں لٹکی ہوئی ہیں

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِيْ اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِيْنَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صِيَامُهُمْ وَصَلَاتُهُمْ" [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مُسلمانوں کی دو چیزیں مُؤَذِّنوں کی گردنوں میں لٹکی ہوئی ہیں، ایک تو اُن کے روزے اور دوسری اُن کی نمازیں۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مُسلمانوں کے دو اہم اور بُنیادی اعمال ایسے ہیں جو مُؤَذِّنِیْن پر موقوف ہیں یعنی مُؤَذِّنِیْن اُن اعمال کی صحت و تکمیل کے ذمہ دار ہیں؛ پہلی چیز تو روزہ ہے کہ مُسلمان مُؤَذِّنِیْن کی اذان ہی پر اعتماد کرتے ہوئے سحر و افطار کرتے ہیں اور دوسری چیز نماز ہے جس کی ادائیگی مُؤَذِّنِیْن کی اذان کے تحت ہوتی ہے اس حوالہ سے مُؤَذِّنِیْن کو چاہیے کہ وہ اپنی اس عظیم ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ اور اوقات کی پوری رعایت کرتے ہوئے اذان کہا کریں تاکہ مُسلمانوں کے ان دونوں اعمال میں خلل واقع نہ ہو۔

---

[1] ابوداؤد شریف ج: ۱، ص: ۳۴۴ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی [2] ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

# انوار مدینہ


جلد : ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ ـ دسمبر ۱۹۹۹ء شمارہ : ۱۵



مدیر

سیّد محمود میاں

مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور



بدل اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـ ـ ـ ـ ـ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی " ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۶ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۱۶ ڈالر

برطانیہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۲۰ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۲۷۳-۷۷۲۹۶۹۱

فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲-۴۲-۹۲


◯


سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

## اس شمارے میں


حرفِ آغاز ــــــــ ۳

درسِ حدیث ــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحؒ ــــ ۷

رمضان شریف ــــ حضرت مولانا سیّد محمد میاں رحؒ ــــ ۱۳

آبِ زم زم ــــ مولانا عبد الحفیظ صاحب ــــ ۲۱

شمس الائمہ رحؒ ــــ قاضی اطہر مبارک پوری رحؒ ــــ ۲۷

مکتوبِ مدنی ــــ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحؒ ــــ ۳۲

لہ، دعوۃ الحق ــــ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ــــ ۳۴

نذر اور منت کے مسائل ــــ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ــــ ۴۴

حاصلِ مطالعہ ــــ حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب ــــ ۴۹

ضروری وضاحت ــــ ۵۱

تقریظ و تنقید ــــ ۵۸

اخبار الجامعہ ــــ ۶۴



رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آج سے چودہ سو برس قبل دُنیا سے تشریف لے گئے مگر رہتی دُنیا تک اپنے عمل سے ایک ایسا ضابطہ وضع فرما گئے کہ جو اس پر عمل کرے گا اور اُس کو جتنا عزیز رکھے گا اُتنا ہی وہ اللہ کا پسندیدہ اور زمین پر اس کی نیابت کا حق دار ہوگا، اس کا یہ منصب اللہ اور اس کے دین کے دُشمنوں کو کبھی نہ بھائے گا۔ یہ دین سے دور اور منافق ہی کو اپنا دوست رکھیں گے اور نبی علیہ السّلام کے دین کی سربلندی کرنے والوں کے سب سے بڑھ کر دُشمن ہوں گے لہٰذا اِن کی دُشمنی اہلِ حق کی شناخت کے لیے کسوٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ ان دین کے دُشمنوں نے نبی علیہ السّلام کو تکلیف پہنچانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے تھے وہی طریقے نبی علیہ السّلام کے نام لیواؤں کے خلاف قیامت تک استعمال کیے جاتے رہیں گے۔ اس وقت عالم کُفر کی دو بڑی قوتیں امریکہ اور روس افغانستان میں طالبان اور چیچنیا میں سرگرم مجاہدین کی سب سے بدترین دُشمن ہیں اور اُن کے خلاف ظالمانہ فوجی کارروائیوں سے لے کر ہر قسم کا جبر اور دھونس روز کا معمول بنا ہُوا ہے۔ امارات اسلامیہ افغانستان کے خلاف امریکہ اور رُوس نے اپنے خود ساختہ ادارے سلامتی کونسل کے ذریعے گزشتہ ماہ سے انسانی حقوق کے منافی پابندیاں لگا دی ہیں اور ان پابندیوں کا فیصلہ امریکہ اور رُوس کی جانب سے پندرہ اکتوبر کو بلائے گئے اقوامِ متّحدہ کے اجلاس میں کیا گیا تھا اس فیصلہ کے نافذ ہوتے ہی امارات اسلامیہ افغانستان سے

ساری دُنیا نے رابطہ توڑ لیا۔ زمینی، فضائی، رابطے ڈاک اور ٹیلیفون کے ذرائع سب اُن پر بند کر دیئے گئے حد یہ ہے کہ اشیاء خورد و نوش اور بیماروں کے لیے دوائیں بھی دُنیا کا کوئی ملک اُن کو فراہم نہیں کریگا ظاہر ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ افغانستان میں زبردست قحط سے لاکھوں جانیں ضائع ہو جائیں گی، اور مریضوں کو دواؤں کی عدمِ فراہمی کی بناء پر سسک سسک کر جان دینا ہوگی اور افغانستان سے باہر رہنے والے افغان اپنے عزیز و اقارب سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھ سکیں گے۔ گزشتہ ماہ اس فیصلہ کے نافذ ہوتے ہی نبی علیہ السّلام اور آپ کی جاں نثار جماعت کی وہ تاریخی سُنّت زندہ ہوگئی جو کلمہ حق کی پاداش میں ان کو جھیلنی پڑی۔ کُفر نے اپنا زورِ بازو دکھایا، مگر بالآخر نُصرتِ الٰہی نے دستگیری فرمائی اور کُفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ آج سے چودہ سو برس قبل ہونے والے "سوشل بائیکاٹ" کا واقعہ میرے جدِ امجد حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ نے اپنی کتاب "سیرت مُبارکہ" میں رقم فرمایا ہے۔ قارئین ملاحظہ فرما کر غور کریں کہ اس وقت کے اور موجودہ حالات میں کس قدر مماثلت پائی جا رہی ہے

"پے در پے ناکامیوں نے قریش کو اور زیادہ مشتعل کر دیا۔ کھلم کھلا قتل کرنے میں قبائلی جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا، لیکن خُفیہ طور پر قتل کرنے میں پہلے ثبوت کی ضرورت تھی جس کا مہیّا کرنا بنو ہاشم کے لیے تقریباً ناممکن تھا، چنانچہ خُفیہ طور پر جانِ جہاں محمد رسُول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان لینے کی سازش ہونے لگی۔ خواجہ ابوطالب کے چوکنّے دماغ نے اس کو بھانپا۔ انہیں صرف محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے متعلّق ہی نہیں بلکہ خاندانِ ہاشم کے اور لوگوں کے متعلّق بھی خطرہ ہُوا۔ مثلاً خواجہ ابوطالب کے بڑے صاحبزادے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اگرچہ ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے لیکن چھوٹے صاحبزادے حضرت "علی" یہیں تھے جو ہر دم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ خواجہ ابوطالب نے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا اور طے یہ کیا کہ شہر کے خطرناک ماحول سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر پناہ لی جائے۔

پہاڑیوں کے بیچ میں ایک مقام "خیف بنی کنانہ" تھا۔ یہ بنو ہاشم کا موروثی رقبہ تھا۔ طے یہ ہُوا کہ وہاں جا کر قیام کیا جائے، چنانچہ پُورا خاندان (جس کے بہت سے افراد ابھی مُسلمان بھی نہیں ہُوئے تھے) اس مقام پر چلا گیا جس کا دوسرا نام شعب ابی طالب تھا۔ صرف ابولہب اور اس کا گھرانا مکّہ میں رہ گیا، جو اپنے خاندان کے خلاف قریش کا سرگرم

حامی تھا۔ ابو طالب یہاں پہنچ کر بھی اپنے بھتیجے کی نگرانی راتوں کو کیا کرتے تھے۔ اُن کے سونے کی جگہ بھی بدلتے رہتے تھے۔

قریش کے سرداروں نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمام مخالف گروپوں کو مِلا کر اُن سب کا مقاطعہ کر دیا جو خواجہ ابو طالب کے ساتھ اس گھاٹی میں پناہ گزیں ہُوئے تھے۔ قریش کے ساتھ قبیلہ بنی کنانہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہُوا۔ مقاطعہ صرف رشتے نلتے کا نہیں تھا، بلکہ کھانے پینے کی چیزیں بھی بند کر دیں۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا کہ ان کے ساتھ نہ نکاح بیاہ کیا جائے گا نہ خرید و فروخت اور کوشش کی جائے گی کہ مکّہ سے باہر بھی کہیں سے یہ لوگ کچھ نہ خرید سکیں۔ بیوپاریوں کو آمادہ کیا گیا کہ مکّہ کے راستوں کی نگرانی رکھیں اور باہر سے آنے والی جنس کو مکّہ میں پہنچنے سے پہلے ہی خرید لیا کریں۔

سردارانِ قریش کے اس معاہدہ پر دستخط ہُوئے اور یہ عہد نامہ قومی حفاظت خانہ (خانہ کعبہ کے خزانہ) میں محفوظ کر دیا گیا۔

نبوّت کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ سے یہ مقاطعہ شروع ہُوا تھا جو تقریباً تین سال تک رہا۔ اس عرصہ میں درختوں کے پتّے اور جڑیں کھا کر زندگی گزارنی پڑی بچّے بلبلاتے تھے مگر اُن کو دُودھ میسّر نہیں آتا تھا بکریاں ختم ہوگئی تھیں اور پے در پے فاقوں سے ماؤں کے دُودھ خشک ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما جیسے رفقا اگرچہ بنو ہاشم نہیں تھے مگر وہ اُن کے ساتھ تھے تو مقاطعہ ان سے بھی اتنا ہی سخت تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا چمڑا ہاتھ آگیا۔ مَیں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ پر بھونا اور پانی ملا کر کھایا۔

مکّہ میں جو رشتہ دار تھے اُن میں وہ بھی تھے جن کو اس حالت پر ترس آتا تھا، مگر پابندیاں ایسی سخت تھیں کہ کوئی کچھ امداد نہیں کر سکتا تھا۔

اس معاہدہ کی کوئی مدّت نہیں تھی۔ اس کی انتہا یہ تھی کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کے لیے حوالہ کر دیں۔

تین سال پُورے ہونے لگے تو یک طرفہ متواتر ظلم وستم نے کچھ اہلِ قرابت کے دلوں میں نرمی پیدا کی اور یہ بحث شروع ہُوئی کہ معاہدہ کی پابندی کب تک کی جائے لیکن پلّہ ان کا بھاری تھا۔ ان کے سینوں میں دلوں کی جگہ پتّھر بھرے ہوئے تھے۔ دفعتہً ایک قدرتی حل سامنے آگیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چچا ابوطالب کو خبر دی کہ کیڑوں نے معاہدہ کے تمام حرف چاٹ لیے ہیں۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ خواجہ ابوطالب نے یہ الہامی خبر سُنی تو قریش کے سرداروں کے پاس پہنچے کہ آج ہمارا تمہارا معاملہ طے ہے۔ محمدؐ نے یہ خبر دی ہے اگر یہ خبر جھُوٹی ہے تو مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر سچّی ہے تو جب معاہدہ ہی نہیں رہا تو اس کی پابندی کیسی۔

سرداران قریش نے یہ فیصلہ منظور کیا۔ ان کو یقین تھا کہ جیت ہماری ہوگی، مگر جب خزانہ کھول کر دستاویز نکالی گئی تو دیکھا "الصادق الامین" کی خبر حرف بحرف صحیح ہے۔ سنگ دلوں کے پیشواؤں نے پھر بھی یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ محمدؐ کا جادو ہے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مگر اَب وہ اپنے اصرار میں کامیاب نہ ہوسکے اور مجبورًا تسلیم کرنا پڑا کہ معاہدہ ختم ہوگیا۔ اس قدرتی کرشمہ کے بعد ایسی فضا ہوگئی کہ بنو ہاشم شعب سے نکل کر مکّہ میں آگئے۔

ایسے سخت امتحان میں روحانی ترقّی کہاں تک ہوسکتی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں چنانچہ اسی زمانہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج کا شرفِ عظیم حاصل ہُوا۔ معراج میں پنج وقتہ نمازیں فرض ہُوئیں نماز کے آخر میں التحیات پڑھی جاتی ہے جس میں نہ صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ان بزرگوں پر جو اس امتحان میں کامیاب ہُوئے تھے بلکہ اُن کے طفیل میں تمام عباد صالحین پہ سلام بھیجا جاتا ہے۔ السّلام علینا وعلٰی عباد اللّٰہ الصّالحین

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

# دین کی خاطر صحابہؓ کے فاقے حضرت سعدؓ کے کارنامے

# "کوفہ" اور "بصرہ" کی فوجی اور جغرافیائی اہمیت

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین: مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۶ سائیڈ اے ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۳ء

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھے۔ مدینہ منوّرہ ہی میں موجود تھے۔

**حضرت سعدؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے حضرت علیؓ سے اتّفاق تو فرمایا مگر بیعت نہیں کی تھی**

لیکن ایک قاعدہ چلا آیا ہے بیعت کا اور ساتھ دینے کا کہ اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتّفاق رائے تو کیا لیکن بیعت نہیں کی، اسی طرح حضرت عبداللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اُن کا بھی یہی ہُوا کہ اتّفاق کیا بیعت نہیں کی۔

**بعد میں بھی اس کی مثال ملتی ہے**

ایسی مثال بعد میں بھی ملی ہے۔ مثلاً ۶۵ھ ۶۶ھ کے لگ بھگ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے خلافت کا اپنے لیے دعوٰی کیا، حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ وہاں پہنچے وہاں رہے اُنھوں نے بیعت کو کہا لیکن اُنھوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیعت نہیں ہُوئے۔

**اس کی وجہ مرتبہ کی کمی نہیں تھی**

اور وجہ یہ نہیں تھی کہ خدانخواستہ اُن کی نظر میں اُن کا مقام کم تھا بلکہ حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ اَیْنَ بِھٰذَا الْاَمْرِ عنہ اس معاملہ میں اگر مَیں اُنھیں نہیں مانوں گا تو کس کو مانوں گا۔ یہ زُبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جو حواری تھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور رسول اللہ صلّی

اللہ علیہ وسلّم کی اہلیہ محترمہ خدیجہ بنت خُویلد سے زبیر بن العوام بن خُویلد کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اہلیہ محترمہ کے ذریعہ بھی ایک رشتہ بنتا تھا اور پھر عَفِیْفٌ فِی الْاِسْلَامِ اور یہ پیدا ہی مُسلمان ہُوئے اور اُسی پر رہے تو تمام خُوبیاں اِن میں جمع ہیں اُن کی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو اِس طرح سے اتنی خُوبیوں والے آدمی کو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گا اور کون ہو سکتا ہے۔

**بیعت میں تأمّل کی ایک اور وجہ**

لیکن معاملہ یہ ہے کہ جس وقت تک مستقل نہ ہُوئی ہو خلافت اسوقت تک بیعت ہونا ضروری نہیں ہوتا، جب خلافت جم جائے پھر بیعت ہونا ضروری ہو جاتا ہے اور بیعت ہونے کے بعد آسانی سے توڑ بھی نہیں سکتے اُس بیعت کو جب تک کہ خلافِ شرع کام اُس آدمی سے نہ دیکھا جائے، تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عبّاسؓ کی ان باتوں کو نہیں سمجھے اور اُنھوں نے اس معاملہ میں یہ سمجھا کہ یہ مجھے نہیں چاہتے اُنھوں نے کہا یہ بات نہیں ہے میں چاہتا ہوں اور آپ سے بہتر آدمی کوئی نہیں ہے یہ یزید کے انتقال کے بعد کی بات ہے۔

**حضرت سعدؓ اور ابن عمرؓ نے بھی لڑائی میں حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا**

بالکل اسی طرح حضرت سعد بن مالک یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اِن دونوں نے ساتھ نہیں دیا۔ لڑائی میں شریک ہونے کا حکم نہیں مانا حضرت علیؓ کا، کہ میرے ساتھ لڑائی میں بھی شامل ہوں۔ یہ نہیں کیا۔

**مگر حضرت علیؓ نے بُرا نہ مانا اور اُن کو معذور جانا**

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بُرا بھی نہیں مانا بلکہ فرماتے تھے لِلّٰہِ مَنْزِلٌ نَزَلَہٗ سَعْدٌ وَابْنُ عُمَرَ یعنی کیسا عمدہ مقام (موقف) اُنھوں نے اختیار کیا ہے اور بہتر ہے وہ ٹھیک ہے وہ بھی اپنی جگہ کیوں؟

**حضرت علیؓ کی اعلیٰ ظرفی اور لطافت**

وہ کہتے ہیں کہ اِنْ کَانَ ذَنْبًا اِنَّہٗ لَصَغِیْرٌ اگر یہ گناہ ہے میری بات نہ ماننا اور لڑائی میں شامل نہ ہونا تو چھوٹی قسم کا گناہ ہے ان کان حسنًا اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اور اگر میرے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل نہ ہونا نیکی ہے تو بڑی نیکی ہے تو اِن کو انھوں نے معذور سمجھا اور نہیں اصلاح کی۔

**اسی طرح حضرت اُسامہؓ حضرت علیؓ سے متفق تھے مگر لڑائی میں اُن کے ساتھ شامل نہیں ہُوئے**

اسی طریقہ پر کئی ایک حضرات ہیں حضرت اُسامہؓ اِن کا ایک قصہ پیش آگیا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

ایک جگہ بھیجا (لشکر میں) جب مغلوب ہونے لگے وہ لوگ تو کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں کلمہ پڑھنے لگے تو ایک آدمی پر انھوں نے وار کیا اور ایک انصاری صحابی تھے انھوں نے بھی وار کیا تو اُس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو انصاری جو تھے وہ تو رُک گئے۔ مگر انھوں نے اُسے نہیں چھوڑا مار دیا یہ تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت زیدؓ کے بیٹے بالکل نوعمر

**لڑائی میں شامل نہ ہونے کی وجہ**

بہرحال جب یہ واپس آئے ہیں وہاں سے تو پھر یہ قصّہ پیش ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی افسوس کیا اور بار بار فرماتے رہے اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ اَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا اُس نے پھر بھی تم نے مار دیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے اتنی ندامت ہوئی کہ اگر مَیں آج مسلمان ہُوا ہوتا تو یہ بہتر ہُوا بہ نسبت اس کے کہ مَیں اتنی تکلیف کا باعث بنا ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو آپ نے اُن کو منع فرما دیا کسی مسلمان پر ہتھیار اُٹھانے سے اَب یہ ہُوا کہ وہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مگر لڑائی میں شامل نہیں ہُوئے اپنے خاص آدمی کو بھیجا کہ کوفہ جاؤ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملو اور کہو کہ میرا جو وظیفہ ہوتا ہے بیت المال سے وہ عنایت فرما دیں اور جب تم جاؤ گے تو وہ کہیں گے ضرور کہ میرے ساتھ لڑائی میں کیوں نہیں آئے تو اُن سے یہ کہنا کہ لَوْ کُنْتَ فِیْ شِدْقِ الاسد لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ اگر آپ شیر کے جبڑے میں ہوتے تو میری خواہش یہ ہوتی کہ وہاں میں آپ کے ساتھ ہوتا لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس میں مَیں بالکل مجبور ہوں۔

**ان کی مجبوری ان کی ذات کی حد تک واقعی تھی اس کو گوارا کیا گیا ہے**

اور واقعی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کسی صحابی کو کچھ ہو جائے تو پھر وہ لڑائی میں شامل نہیں ہوگا، جو فرما دیا آپ نے پھر وہ ساری عمر اُسی پر عمل کرتا رہا ہے اور اُسی پر وہ جمے رہا ہے جو صحابی بھی ہو، تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ماننا الگ بات ہے اُن کو خلیفہ تسلیم کر لینا الگ بات ہے اُن سے وظیفہ طلب کرنا یہ بھی ہے مگر (اس کے باوجود) لڑائی میں شامل نہیں ہُوئے۔ یہ بھی ہے۔ اُس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گوارا کیا۔ انھوں نے اس اختلاف کی گنجائش چھوڑی بلکہ فرماتے ہیں کہ لِلّٰہِ مَنْزِلٌ نَزَلَہٗ سَعْدٌ وَابْنُ عُمَرَ بہت اچھا مقام اُنھوں نے اختیار کیا، اگر گناہ ہے میری نہ ماننی تو یہ چھوٹا گناہ ہے اور اگر نیکی ہے کہ دوسرے سامنے مسلمان

ہی ہیں مقابلے میں تو پھر یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

**اعلیٰ درجہ کے منصف اور اس کی وجہ**

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مُنصف ہونے کی بات ہے کیونکہ اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ علی رضؓ میں فیصلے کی اہلیت بہت عمدہ ہے اور فیصلے کی اہلیّت اُسی میں ہوتی ہے جو بہت ٹھنڈے دماغ کا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ بخاری میں آتا ہے۔ دو جگہ تقریباً ہے کہ اَقْضَانَا عَلِیٌّ ہم میں سب میں عمدہ فیصلہ دینے والے علی رضؓ ہیں۔ فیصلے میں تو ایک ایک چیز کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ذرا بھی کہیں بھی زیادتی نہ ہو، جس درجہ میں جو چیز ہے اُسی درجہ میں رکھنی پڑے گی، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعدؓ کی تعریف کی اور ان کے بارے میں کچھ حالات پہلے عرض کر چکا ہوں، اِسی درمیان ذکر آیا تھا حضرت ابو عُبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کا جو عشرہ مبشرہ میں ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر آیا تھا کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ گئے تھے وہاں قادسیہ ایران کا علاقہ ہے، عراق کا وہ حصّہ ــــ جو ایران کے ساتھ تھا وہ حصّہ انہی کا فتح کیا ہوا ہے۔ اُس کے بعد اُن کی طاقت اتنی بڑھی کہ کسی بھی جگہ جمع نہیں ہوئے اتنی تعداد میں جتنی بڑی طاقت قادسیہ کے مقام پر تھی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرّر کیا تھا۔

**حضرت خالدؓ اور حضرت مُثنّیٰؓ کو واپس بُلانا اور اسکی حکمت**

اور حضرت مُثنّیٰؓ کو بلا لیا تھا وجہ میں نے عرض کی تھی کہ حضرت مُثنّیٰؓ اور حضرت خالد دونوں کے بارے میں رضی اللہ عنہما یہ خیال ہونے لگا تھا کہ یہ بہترین جنرل ہیں حالانکہ بہترین جنرل ہونے سے کامیابی نہیں ہوتی، کامیابی تو خُدا سے اور اُس کی مدد سے ہوتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اِنہیں ہٹایا تو اُنھوں نے کہا لوگوں کو یہ واضح طرح معلوم ہو جائے کہ اَنَّ اللّٰہَ نَاصِرُ دِیْنِہٖ کہ مدد کرنے والا اپنے دین کی خُدا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اس وجہ سے مخالفت کی۔

**حضرت عمر رضؓ مالی اُمور پہ گہری نگاہ رکھتے تھے**

اور دوسری وجہ وہ یہ تھی کہ ان کے ذہن میں اتنی زیادہ مالی احتیاط تھی کہ جتنی آپ کے خیال میں بھی نہیں آسکتی

وہ ہر ہر چیز میں معمولی معمولی باتوں میں مالیات پر نظر رکھتے تھے اپنے حکام پر نظر رکھتے تھے۔ فضول خرچی نہ ہونے پائے۔ آرام طلبی نہ ہونے پائے، یہ نہ ہو، وہ نہ ہو یہ اُن کی نظر میں یہ دیکھ بھال بڑی ضروری تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ولیوں سے بڑے ہیں۔ ولی اُس مقام کو نہیں پہنچ سکتا اور باکرامت صحابی ہیں۔

**حضرت خالد بن ولیدؓ کی کرامت**

میں دیکھ رہا تھا "کتاب الخراج" امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر کی ہوئی ہے اُس میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ (خالد بن ولیدؓ) جب گئے ہیں عراق کے علاقہ میں فتوحات کرتے ہوئے تو ایک جگہ پہنچے وہاں ایک بوڑھا آدمی قلعے سے باہر آیا اور باتیں کرنے لگا انھوں نے پوچھا تمہارے پاس یہ کیا چیز ہے اُس نے کہا یہ زہر ہے، کہا یہ کس لیے لائے ہو کہا آپ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا ہوں اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تب تو اپنے لوگوں میں جاؤں گا واپس اور اگر میرا مقصد پورا نہ ہوسکا میں آپ کو قائل نہ کرسکا اور اُن کی طرف سے نمائندگی میں مجھے کامیابی نہ ہوئی تو اُن کے سامنے ہی نہیں جاؤں گا، زہر پی لوں گا یہ زہر کھالوں گا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی دکھاؤ یہ زہر کیسا ہے وہ لیا آپ نے اور بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اتنا ہی نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ کلمات کہے کہ اللہ کا نام لے کر کہ جس کے نام سے کوئی چیز زمین میں اور آسمان میں نقصان نہیں دیتی۔ یہ ترجمہ ہے اِس کا اور وہ خود اپنے آپ زہر کھالیا تو کچھ بھی نہ ہوا، وہ گیا واپس اور جاکر کہا کہ یہ قصہ پیش آیا گویا یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اُوپر زہر اثر نہیں کرتا پھر اُن لوگوں نے اطاعت قبول کی جزیہ دینا قبول کیا۔

**اُن کو معزول کرنے کی وجہ خیانت نہیں تھی بلکہ حکمت عملی تھی**

بیشتر جگہوں پر جہاں تشریف لے گئے فتوحات ہوئیں وہاں اُن کے قلعے گرا دیے گئے تاکہ دوبارہ وہ قلعہ بندی نہ کرسکیں بغاوت نہ کرسکیں اُن کی جگہوں کو کھلا کر دیا، کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ انھوں نے قلعے بھی چھوڑ دیے تو خدانخواستہ ایسا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کوئی مالی خیانت کی ہوگی یہ نہیں۔ حضرت مُثنّٰیؓ ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کوئی مالی خیانت کی ہوگی جس پہ اعتراض ہوا ہو انھیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اپنے حصہ میں جو چیز آتی تھی . . . .

توحضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کا استعمال بھی دیکھا ہے کہ یہ کیسے کرتے ہیں ؟ اور یہ اُنھوں نے دیکھا ہے کہ یہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں دوسرے اِن سے یہ چیزیں سیکھیں گے اور یہ ایسی جگہ ہیں کہ دوسرے ان کو نہ پہچانیں اگر تو وہ غلط تصوّر کر سکتے ہیں تو اُنھوں نے اس لیے گرفت فرمائی تھی ورنہ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا کہ اُنھوں نے خیانت کی ہو۔ ناجائز مال لیا ہو، ہرگز نہیں۔

**زکوٰۃ پیشگی بھی دی جا سکتی ہے حضرت خالدؓ کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا**

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ایسا ہُوا تھا کہ آپ نے بھیجا تھا کہ جاؤ زکوٰۃ لے کر آؤ، ایک آدمی نے آکر کہہ دیا کہ خالد نے تو نہیں دی ایک اور تھے اُنھوں نے بھی نہیں دی ایک اور تھے اُنھوں نے بھی نہیں دی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا عبّاس نے بھی نہیں تو تین آدمیوں کا نام لیا، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ایک کے بارے میں تو فرمایا کہ یہ تمہاری بات ٹھیک ہے اور اُس کے بارے میں بُرے کلمات ادا فرمائے اور خالدؓ کے بارے میں فرمایا کہ فانکم تظلمون خالدا (او کما قال علیہ السلام) یہ تم زیادتی کر رہے ہو کیونکہ انھوں نے تو اپنے ہتھیار اور جو سلاح ہے وہ سامان سارا کچھ خُدا کی راہ میں خرچ کر رکھا ہے، ہے ہی نہیں اُن کے پاس دیں گے کیا اور عبّاسؓ کا نام لیا تو فرمایا کہ یہ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ یہ رسول اللہ کے چچا ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دے چکے ہیں۔ خفیۃً دے چکے ہیں تو اُن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ڈبل لے لی تھی۔ زکوٰۃ ایک سال کی مزید پیشگی لے لی تھی۔ اس کا پتہ عام لوگوں کو نہیں تھا۔ جس کے بارے میں سخت کلمات فرمائے تو اُسے منافقین میں سے سمجھ لیا جائے یا یہ کہ تھا مُسلمان مگر زیرِ عتاب آگیا کیونکہ پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں آیا وہ شخص اور اُس نے دینی چاہی زکوٰۃ تو نہیں لی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہیں لی، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لی تھی اس لیے ہم بھی نہیں لیں گے۔ یہ سارا حساب تمہارا بس اب خدا کا اور تمہارا حساب ہے ہم نہیں لے سکتے، یہ لوگ اس حال سے جس پہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی کو رکھ دیا ذرا بھی نہیں ہٹے۔ اگر اس طرح نہ کرتے تو ہم تک کیسے دین پہنچتا صحیح حالت میں، وہ بھی اسی طرح رہے ان کے بعد کے لوگ بھی پھر اور بعد کے لوگ بھی، اتنی بڑی تعداد میں بالکل صحیح طریقہ پر رہے حتّٰی کہ ہم تک دین صحیح حالت میں اللہ نے پہنچا دیا تو صحابہؓ کرام کے حالات مختلف ہیں۔

**اصل مضمون کی طرف رجوع**

یہ صحابی بہت بڑے مجاہد ہیں، بیمار ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلّی

(بقیہ بر صفحہ ۲۰)

# رمضان شریف، شب قدر

# اعتکاف

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

**تمہید** انسان کیا ہے؟ اس کا جواب نہایت آسان اور ظاہر ہوتے ہوئے انتہا درجہ پوشیدہ اور حد سے زیادہ مبہم ہے، چنانچہ عربی شاعر "ابوالعلامعری" نے کہا تھا۔

شعر

والذی حارت البریة فیہ　　　حیوان مستحدث من جماد

جس کی حقیقت میں ساری مخلوقات سرگرداں ہے وہ ایک جاندار ہے جو جماد یعنی مٹی وغیرہ سے پیدا کیا گیا۔

تاہم علماء اور حکماء نے اس سوال کا جواب دیا ہے ــــــ منطقی صاحبان فرماتے ہیں کہ انسان حیوان ناطق ہے یعنی ایسا جاندار جو بدیہیات سے نظریات کو پہچان سکے اُمور متعارفہ سے غیر معلوم اُمور کو دریافت کر سکے۔

اسی طرح اطبا، فلاسفہ، وغیرہ نے اپنے اپنے مذاق کے بموجب مختلف عبارتوں سے اس سوال کا جواب دیا ہے اور یادش بخیر مسٹر ڈارون کا خیال یہ ہے کہ انسان درحقیقت بندر تھا جو ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گیا۔ ارتقائی مدارج نے اس کی دم غائب کر دی اور اُس کے قد کو سیدھا کر دیا جدید فلاسفہ کی تحقیق ہے کہ انسان ابتداء میں ایک کیڑا ہوتا ہے جو نشوونما پاتے پاتے انسان بن جاتا ہے، مگر علماء تصوف و سلوک کا جواب سب سے زیادہ دلچسپ اور کار آمد ہے۔ علماء حقیقت فرماتے ہیں کہ یہ ایسی مخلوق ہے جس میں جانوروں کی خواہشات اور فرشتوں کے ملکات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ علماء سلوک کا یہ جواب اُن کے مخصوص مذاق کا آئینہ دار ہے۔ علماء سلوک اور تصوّف کا کام یہی ہے کہ وہ رذیل

اور کمینہ اخلاق سے رُوح کو پاک وصاف کریں اور اعلیٰ اخلاق بلند ترین فضائل کو اس طرح فطرت انسانی کے ساتھ پیوست کر دیں کہ وہ طبیعت ثانیہ بن جائیں۔

جانوروں کی خواہشات کے لیے اصطلاحی لفظ بہیمیت ہے اور فرشتوں کے ملکات کو ملکوتی صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس حقیقت کی دوسری تعبیر یہ بھی ہے کہ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کو خیر اور شر سے مرکّب کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم اصلاح اور تزکیہ نفس کا اُونچا مقصد سامنے رکھ کر انسان پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم ابتداء میں نوزائیدہ بچّہ کو اس طرح بے حِس اور عقل و شعور سے خالی پاتے ہیں جس طرح اور حیوانات کے بچّے۔ اُن کے تمام احساسات اور تخیّلات کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بھوک لگے تو رولیں۔ پیٹ بھر جائے تو سو جائیں۔ لیکن پھر نشو و نما کے ساتھ ساتھ فہم اور شعور کا بھی نشو و نمو ہوتا چلتا ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس کے علم و ادراک کی ایک مخصوص کیفیّت جانوروں کے بچّوں سے اُس کو ممتاز کر دیتی ہے یہاں سے منطقی تعریف کا آغاز ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا جاندار ہے جس میں ادراک کی قوت ہو، لیکن وہ قوّتِ ادراک پا لینے کے بعد بھی اپنی خواہشات میں جانوروں سے کچھ ممتاز نہیں ہوتا۔ کھانے پینے کی طرف میلان دُنیا کی طمع اور حرص۔ مرضی کے برخلاف پر غیظ و غضب اور پھر تکبّر اور خود پسندی اور اسی طرح نفسانی خواہشات وغیرہ وغیرہ۔ وہ شیر، بھیڑیئے، بکرے اور بندروں جیسا ہوتا ہے۔ ان ہی میلانات اور اوصاف کا نام بہیمیت ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس بہیمیت اور حیوانیت کے دَور میں ایک لطیف استعداد اس کے اندر ضرور ہوتی ہے۔ جس کو اگر بروئے کار لایا جائے تو وہ پکّا خدا پرست پرہیز گار، رحمدل۔ دُنیا سے بے نیاز، خدا کی مرضی پر راضی اور جان نثار۔ حلیم اور بردبار ہو سکتا ہے۔ یہ لطیف استعداد اگرچہ اُس کی فطرت کا جزء ہوتی ہے، مگر اس کا ظہور دس بارہ سال کی عمر سے پہلے عموماً نہیں ہوتا۔ شریعت غرّا نے اس لطیف استعداد پر احکام کی تکلیف کو موقوف رکھا ہے اور سن بلوغ کو اُس استعداد کے لیے ایک معیار قرار دیا ہے۔

بہرحال یہ حسی مشاہدہ صوفیا رکرام اور علماء حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ انسان بہیمیت اور ملکوتی صفات سے مرکّب ہے۔

قرآن پاک کی متعدّد آیتیں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک اور چیز کی تعلیم دیتی ہیں جس کا

حاصل یہ ہے کہ انسان کو اگرچہ خیر و شر۔ بہیمیت اور ملکوتیت سے مرکّب کیا گیا ہے مگر مرضی الٰہی یہ ہے کہ وہ بہیمی صفات کو چھوڑ کر ملکوتی صفات اپنے اندر پیدا کرے اور بارگاہ رب العزّت میں اعلیٰ تقرب حاصل کرلے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلومًا جهولا۔

ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی، مگر ان سب نے اسکے برداشت کرنے سے انکار کیا اور اس سے خوف کھایا۔ انسان نے اُس کو برداشت کرلیا کیونکہ وہ ظلوم و جہول تھا۔

یعنی زمین آسمان، پہاڑ نہ بہیمی صفات رکھتے ہیں اور نہ ملکوتی صفات کی اُن کے اندر صلاحیت ہے انسان میں بہیمی صفات فطری طور پر موجود ہیں اور ملکوتی صفات بھی اس کی فطرت میں ودیعت فرمائی گئی ہیں تو اُس کو یہ امانت عطا فرمائی گئی تاکہ وہ صفاتِ خبیثہ سے پاک ہو کر ملکوتی صفات حاصل کرلے ظلوم کے بجائے عادل ہو۔ جاہل کے بجائے عالم بنے۔

سورۂ والتین میں خداوند عالم نے چند چیزوں کی قسمیں کھاکر ارشاد فرمایا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہ ثم رددناہ اسفل سافلین ہ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحٰت فلهم اجر غیر ممنون

انسان کو ہم نے بہت ہی بہتر وضع عنایت فرمائی۔ پھر ہم نے اُس کو سب سے نیچے کے درجہ میں دھکیل دیا، مگر صرف وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے اُن کے لیے ایسا اجر ہے جس پر کوئی احسان نہیں جتایا جائیگا

یعنی انسان جس میں بہترین صلاحیت اور لطیف تر استعداد ودیعت کی گئی ہے اس کی اصل فطرت بیشک بہترین وضع پر ہوئی ہے اَب اگر اس لطیف استعداد کو بیکار چھوڑ کر بہیمی صفات کا گرویدہ بنتا ہے، طمع حرص، غضب، نفسانی شہوات کا دلدادہ رہتا ہے تو اس کو سب سے نیچے کے درجہ میں ڈالا جائے گا کہ اُس نے فطرت کی بہت بڑی نعمت کو قطعًا لغو اور بے کار کر دیا، لیکن اگر وہ اُس نعمت کبریٰ سے بہرہ اندوز ہو کر ایمان اور عمل صالح پر کاربند ہوتا ہے تو اس کے لیے خداوند عالم کے ہاں بڑے بڑے اجر اور مراتب ہیں۔ واللہ اعلم۔

## فلسفۂ رمضان

اس تمہید کے بعد ہم حجۃ الاسلام سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی تقریر[۱] سے امداد لیتے ہوئے رمضان۔ روزہ۔ اعتکاف اور شب قدر کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ واللہ الموفق و ہو المعین۔

اور مضمون ہذا کے ساتھ اگر اُن تمثیلات کو بھی ملا لیا جائے جو شعبان کے نمبر میں شب برأت اور روزہ شعبان کے سلسلہ میں عرض کی گئی تھیں تو ناظرین کرام کا حظ دوبالا ہو جائے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نفسانی اور حیوانی شہوات کا مدار خورد و نوش پر ہے۔ کھانے پینے میں بے اعتدالی ہو تو ان بہیمی صفات میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

روزہ کا مقصد یہی ہے کہ بہیمی صفات کو کمزور کرنے، ملکوتی صفات کو قوت پہنچانے کے لیے کھانا۔ پینا۔ جماع وغیرہ چھوڑ دے۔ قلب کو غیر اللہ کے تصورات سے پاک کرلے۔ حسد، بغض، کینہ، عداوت وغیرہ صفاتِ خبیثہ سے صاف کرلے۔ زبان کو غیبت۔ چغلی، دشنام، بیہودہ مذاق جھوٹ وغیرہ سے محفوظ رکھے۔ آنکھ کو نظر بد سے، اعضاء کو افعال ممنوعہ سے روکے یہ ہے روزہ کی رُوح۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ روزہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عوام کا روزہ یعنی کھانا پینا اور جماع ترک کردینا۔

(۲) خواص کا روزہ یعنی حواس اور اعضاء کو خواہشات سے روک کر ایسے جائز افعال سے بھی اجتناب کیا جائے جن سے نفس کو کسی قسم کی مسرت یا لذت حاصل ہو۔

(۳) اخص الخواص کا روزہ یعنی ماسوا خدا تمام چیزوں سے اجتناب اور احتراز کرکے صرف حضرت حق جل مجدہٗ کے مراقبہ اور اسی کے تصور اور دھیان میں مستغرق رہا جائے۔

## فضائل روزہ

سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ روزہ ایک بہت بڑی نیکی ہے، جو ملکوتی صفات کو قوی کرتا ہے اور بہیمی صفات کو کمزور کرتا ہے۔ رُوح کو صیقل اور صاف کرنے میں اور بہیمی طبیعت کو مقہور اور مغلوب کرنے میں روزے کے برابر کوئی نیکی نہیں۔

الصَّومُ لِیْ وَانا اجزی بہ یعنی عام قاعدہ تو یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب علیٰ حسبِ مراتب و تفاوت نیت وغیرہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملتا ہے۔ چنانچہ فرشتے اسی قاعدہ کے بموجب نامۂ اعمال

---

[۱] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۷ مطبوعہ مصر

ہیں ثواب لکھتے ہیں، مگر روزہ اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور اس کا تعلّق مخصوص طور پر میرے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا بدلہ بھی مخصوص طور پر میں ہی مرحمت کروں گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب روزہ کی اصل اور رُوح یہ قرار دی گئی کہ بہیمی اور ناپاک صفات کو کمزور کیا جائے تو جس قدر یہ صفات کمزور ہوتی رہیں گی اتنی ہی رُوح میں صفائی پیدا ہوتی رہے گی۔ گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے گا۔ ملکوتی صفات میں قوّت بڑھتی رہے گی۔ ملائکہ سے خاص قرب حاصل ہوتا رہے گا اور فرشتوں کی نگاہ میں وہ محبوب اور عزیز بنتا رہے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

لخلوف فم الصائم اطیب　　یقیناً روزہ دار کے مُنہ کی بو خدا کے نزدیک مُشک
عند اللہ من ریح المسك　　کی خوشبو سے زیادہ اچھی مانی جاتی ہے۔

کیوں نہ ہو۔ یہ اثر ہے اس فاقہ اور اُس نفس کشی کا جو اللہ کے لیے ہے جو رُوح کے زنگ کو دُور کرتا ہے۔ ملائکہ سے مشابہت پیدا کرتا ہے۔ شاہ صاحبؒ موصوف فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص روزہ کو عادت بنالیتا ہے تو عادات خبیثہ کے مہلک خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

## فضائلِ رمضان شریف

ماہِ شعبان کی اشاعت میں عرض کیا گیا تھا کہ روحانی عالم اور ملاءِ اعلیٰ کے لیے بھی فصلِ بہار اور موسمِ گل ہوتا ہے۔ چنانچہ رمضان شریف کا مہینہ عالمِ بالا کے لیے فصلِ گل ہے۔ روحانی ملکات سرسبز ہوتے ہیں۔ باغیچہائے رحمت میں تازگی آتی ہے۔ جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور عالمِ اسفل پر مخصوص انوار اور برکات کی بارش ہوتی ہے۔ فضائلِ رمضان کے متعلق اگر تمام احادیث کو جمع کیا جائے تو بہت زیادہ طول ہو جائے گا۔ رسالہ کے اوراق اس کے لیے متحمل نہیں۔ یہاں ہم اس سلسلہ میں صرف دو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی حدیث۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا میری اُمّت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں مرحمت ہوتی ہیں جو دُنیا میں کسی کی اُمّت کو نہیں عطا کی گئیں۔

(۱) رمضان کی پہلی شب میں خداوند عالم نظرِ لُطف فرماتا ہے اور جس پر خداوند عالم نظرِ لُطف فرمائے اُس کو کبھی عذاب نہ دے گا۔ (خداوندا ہمیں نظرِ لُطف کا اہل کر دے آمین۔ محمد میاں)

(۲) روزہ داروں کے مُنہ کی بُو خدا کے ہاں مُشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی مانی جاتی ہے۔

(۳) فرشتے میری اُمّت کے لیے رات دن مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

(۴) خداوند عالم جنّت کو حکم فرماتے ہیں کہ تو مزیّن ہو جا۔ بہت ممکن ہے کہ میرے کچھ بندے دُنیا کی مصیبت سے نجات پاکر تیرے اندر میری نوازشوں سے بہرہ اندوز ہوں۔

دوسری حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنّتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ دوزخوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۵) جب آخری شب ہوتی ہے تو تمام روزہ داروں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (یعنی جنھوں نے روزے کے آداب کا پُورا پُورا لحاظ کیا تھا) کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہوتی ہے فرمایا نہیں لیکن قاعدہ یہی ہے کہ مزدور کو مزدوری کام کے ختم پر دی جاتی ہے (ترغیب ترہیب صلـ۲۰۱)

دوسری حدیث۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تقریر فرمائی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مسلمانو مُبارک اور باعظمت مہینہ آگیا جس میں ایک رات وہ ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ خُدا نے اس مہینہ کے روزے فرض کیے ہیں اور شب بیداری کو نفل قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں نفلی کام فرض کے برابر ثواب رکھتے ہیں اور اس ماہ میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ملتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے (یعنی ہر نفسانی خواہش کو چھوڑ کر صبر کرنا اس مہینہ کی خصوصیت ہے) اور صبر کا ثواب جنّت ہے۔ وہ باہمی ہمدردی کا مہینہ ہے وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا تو اُس کے گناہوں کی بخشش ہوگی۔ اُس کی گردن آگ سے نجات پائے گی اور جس طرح روزہ دار کو روزہ کا ثواب ملے گا، اسی کے برابر افطار کرانے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ بدوں اس کے کہ اس کے ثواب میں کمی واقع ہو (بہتر یہ ہے کہ دوسرے کی افطاری سے روزہ افطار کرے تاکہ اس کو دوگن ثواب مل جائے۔ اور اپنا ثواب بدستور قائم رہے)

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اندر اتنی وسعت کہاں ہے کہ دوسروں کی دعوت کریں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا خداوند عالم یہی ثواب مرحمت فرماتا ہے اس شخص کو بھی جو چھوارے سے یا پانی کے گھونٹ سے یا تھوڑے سے دودھ سے کسی کا روزہ افطار کرا دے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے

اوّل میں رحمت ہوتی ہے۔ وسط میں گناہوں کی بخشش اور آخر میں آتشِ جہنّم سے نجات، جو شخص اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے تو خداوند عالم اُس کے گناہ بخش دیتا ہے اُس کو دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

اس مہینہ میں چار باتیں کثرت سے کرو۔

(۱) اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ واشھد ان محمّدا رسول اللہ کا ورد رکھو۔ (۲) استغفار زیادہ پڑھو۔ (۳) خداوند عالم سے جنّت کی دُعا مانگتے رہو۔ (۴) دوزخ سے پناہ مانگتے رہو۔ (ترغیب و ترہیب ص ۲۰۲)

**اعتکاف** اس مُبارک ماہ کی برکات کو زائد سے زائد حاصل کرنے کے لیے مسنون ہے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔ بیسواں روزہ افطار کرکے اعتکاف میں داخل ہو اور چاند دیکھنے پر اعتکاف سے فارغ ہو۔ اگر دس روز کا ممکن نہ ہو تو سات روز پانچ روز۔ تین روز جس قدر ممکن ہو اور کم سے کم ایک روز۔ اعتکاف میں بیہودہ بکواس کرنی بھی منع ہے۔ نیز بناوٹی طور پر خاموش ہوکر بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ ہر محلّہ کی مسجد میں ایک شخص کو اعتکاف کرنا چاہیے۔ یہ سُنّتِ کفایہ ہے اگر ایک شخص نے اعتکاف کرلیا تو سب سے یہ سُنّت ادا ہوگئی۔ اگر موقع ہو تو جامع مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے

**شب قدر** سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ لیلۃ القدر دو ہیں[1]۔ ایک تو وہ جس کے متعلّق قرآن پاک میں ارشاد ہے فیھا یفرق کل امر حکیم اُس شب میں تمام کاموں کی تقسیم ہوتی ہے۔ یہی وہ شب ہے جس میں سارا قرآن کریم ایک دفعہ ہی لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف منتقل کردیا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد ربّانی ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ رات سال بھر میں آتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ رمضان ہی میں ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے۔

دوسری شب ایک اور ہی ہے اس کو بھی لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ اس میں روحانیت کی شعاعیں منتشر ہوتی ہیں۔ عالم اسفل کی طرف ملائک کا دورہ ہوتا ہے اب اگر اُس وقت مُسلمان نماز پڑھتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کے انوار کا عکس پڑتا ہے اور ملائکہ سے خاص قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ شیاطین دُور ہٹ جاتے ہیں۔ دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نیز احادیث میں ہے کہ فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور ترغیب و ترہیب میں ہے کہ حضرت جبرئیل

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۱ ج ۲ مطبوعہ مصر

علیہ السّلام کے غیبی مصافحہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل پر رقت طاری ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ شب جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے۔ اکیسویں یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں ہوتی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنی اس تحقیق پر علماء کے اختلاف کو اس طرح منطبق فرماتے ہیں کہ اگر لیلۃ القدر سے مقدم الذکر لیلۃ القدر مراد ہو تو بے شک اُس کے لیے کوئی مہینہ معین نہیں نہ کوئی شب مقرر ہے اور اگر لیلۃ القدر سے دوسری لیلۃ القدر مُراد ہو تو وہ رمضان شریف کے عشرۂ اخیر کی مذکورہ بالا تاریخوں میں ہوتی ہے۔

جو شخص شب قدر میں مذکورہ بالا کیفیّت حاصل کر لے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو مندرجہ ذیل دُعا کی تلقین فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ تو آمرزگار ہے۔ معافی تجھ کو پسند ہے۔ پس مجھ کو معاف فرما۔

---

بقیہ: درسِ حدیث

اللہ علیہ وسلّم کے ماموں ہوتے ہیں بہت پسند تھے آپ کو، بیمار ہوگئے اور عرض کرنے لگے کہ مَیں کیا کروں، میں مکہ مکرمہ جا نہیں سکتا۔ اور میرے پاس اولاد میں بیٹی ہے مَیں چاہتا ہوں کہ اپنا مال خُدا کی راہ میں دے دوں۔

**تہائی مال سے زیادہ کی وصیّت دُرست نہیں**

تو آپ نے فرمایا نہیں ایسے نہیں کرنا چاہیے بلکہ تمہارے بچے اگر محتاج نہ ہوں نہ ہوں کسی کے تو یہ بہتر ہے اور جب تم خُدا کی راہ میں بچّوں کو کھلاؤ گے اور نیّت خُدا کی خوشنودی یا خُدا کے حکم کی رکھو گے تو اس پہ اَجر ملے گا۔ پھر عرض کیا کہ آدھا مال، تو وہ بھی آپ نے پسند نہیں فرمایا وَالثُّلُثُ بس ایک تہائی مال کے بارے میں تم وصیّت کر سکتے ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ لَعَلَّکَ اَنْ تُخَلَّفَ شاید تم زندہ رہو یَنْتَفِعُ بِکَ اَقْوَامٌ ویضربک آخَرُوْنَ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچائے اور کچھ دوسروں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے اور جنگ میں تو ہوتا ہی ہے فتح ہُوئی تو مسلمانوں کو فائدہ ہُوا اور کافروں کو شکست ہُوئی اور اللہ نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ جو کچھ بتلایا وہ پُورا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

(قسط : ۴)

# "آبِ زم زم"

## فضائل، فوائد، خصوصیات، برکات

مولانا عبد الحفیظ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

### زمزم پیتے وقت علامہ ابن حجرؒ کی دُعا

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (م : ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ جب میں حدیث شریف کا ابتدائی طالب علم تھا تو اس وقت مَیں نے آب زمزم پیتے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ حدیث شریف کے فن میں مجھے امام ذہبیؒ جیسا مقام عطا فرما پھر اس دُعا کے تقریباً بیس برس کے بعد جب مَیں نے دوبارہ حج کیا تو اس وقت مَیں نے اپنے آپ کو حافظ ذہبیؒ کے مقام و مرتبہ سے بڑے مرتبہ کا حامل پایا تو مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی مجھے اس سے بھی بڑا مرتبہ حدیث شریف میں عطا فرما، لہٰذا اللہ سے قوی اُمّید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس سے بھی بڑا مرتبہ حدیث اپنے فضل سے عطا فرما دے گا۔[۱]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے شاگرد رشید حافظ سخاویؒ کا قول ہے، اللہ تعالیٰ نے اُستاذ محترم کو حافظ ذہبیؒ سے بڑا مقام و مرتبہ فن حدیث میں عطا فرما دیا ہے۔

### زمزم پیتے وقت علامہ ابن الہمامؒ کی دُعا

امام فقیہہ، اصولی، محدّث کمال ابن الہمام محمد بن عبد الواحد (م : ۸۶۱ھ) نے اپنے شیخ حافظ ابن حجرؒ کے آب زمزم پیتے وقت کی دُعا کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا

"بندۂ ضعیف اپنے رَب سے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی اُمّید رکھتا ہے"۔[۲]

---

[۱] جزء فی حدیث ماء زمزم للحافظ ابن حجر ص ۱۹۱

[۲] فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰

## زمزم پیتے وقت امام سیوطیؒ کی دُعا

امام ابوبکر السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے فرمایا کہ جب میں حج کے لیے گیا تو مَیں نے آب زمزم چند اُمور کی نیت سے پیا جس میں سے پہلی نیت یہ تھی کہ مجھے فقہ میں شیخ سراج الدّین البلقینی یعنی عمر بن رسلانؒ المجتہد الحافظ کا مقام حاصل ہو جائے۔ دوسری نیت یہ کی کہ حدیث شریف میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقام حاصل ہو جائے [1]

## علّامہ ظفر احمد عثمانی کی دُعا و نیت

علّامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں۔

اپنے پہلے حج کے موقع پر مَیں نے دین و دُنیا سے متعلق کئی اُمور کے لیے آب زمزم پیا۔ (بعد ازاں) ان میں سے اکثر کام میرے پورے ہو گئے۔ پھر دوسرے حج کے موقع پر بھی اسی طرح کئی اُمور کی نیت سے آب زمزم پیا تو ان میں سے بھی بہت سارے کام بفضلہ تعالیٰ پُورے ہو گئے۔ پھر تیسرے حج کے موقع پر بھی اسی طرح بہت سے اُمور کی نیّت کر کے آبِ زمزم پیا، اَب اللہ تعالیٰ سے قوی اُمّید ہے کہ وہ اُمور بھی حاصل ہو جائیں گے

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں۔

میری زبان میں شدید لکنت تھی جس کی وجہ سے مدارس میں تدریس کے وقت اور منابر پر خطبہ اور وعظ کے وقت شدید مشکل پیش آتی تھی پہلے ہی حج کے موقع پر آب زمزم پینے کے بعد وہ لکنتِ شدید زائل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے درس و خطابت پر قدرت تامہ عطا فرما دی۔ وللّٰہ الحمد حق حمدہ والصلوٰۃ والسّلام علی نبیہ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین [2]

## آب زمزم سے شفا حاصل کرنے والوں کے چند واقعات

### حلق میں پھنسی ہُوئی سُوئی سے شفا

فاکہی نے اپنی کتاب "اخبارِ مکّہ" میں نقل کیا ہے کہ مجھ سے احمد بن محمد بن حمزہ بن واصل نے اپنے والد سے یا مکۃ المکرمہ میں رہنے والے کسی شخص کی طرف سے نقل کیا کہ اس نے مسجد حرام میں باب الصفا

---

[1] حسن المحاضرۃ ج:۱، ص: ۳۳۸ [2] اعلاء السنن ج:۱۰، ص: ۲۰۸

کے قریب ایک شخص کو دیکھا جس پر لوگ جمع تھے میں نے قریب ہو کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے جسکا مُنہ لکڑی سے بندھا ہوا ہے میں نے دریافت کیا کہ اسے کیا ہوا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ اس شخص نے ستو پیے تھے اُس ستو میں سُوئی پڑی ہوئی تھی جو اس کے حلق میں جا کر پھنس گئی۔ اب اس کی یہ حالت ہے کہ یہ مُنہ بند نہیں کر سکتا گویا موت کے عذاب میں مُبتلا ہے۔ اسی دوران ایک شخص آیا اُس نے کہا چلو زمزم کے کنویں پر چلو اور اس مصیبت سے نجات کی نیت کر کے زمزم پیو اور اللہ تعالیٰ سے شفاء کی دُعا کرو۔ اس کے کہنے پر یہ شخص اُٹھا اور زمزم کے کنویں پر جا کر کوشش کر کے زمزم پیتا رہا یہاں تک کہ محسوس ہُوا کہ آبِ زمزم نے کسی چیز کو دُور کر دیا اور ہٹا دیا ہے پھر یہ شخص واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے اپنی کسی ضرورت کے لیے چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد دوبارہ اسی شخص سے ملاقات ہوئی تو وہ بالکل صحیح اور تندرست تھا، مَیں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کس طرح شفا حاصل ہوئی؟ تو اس نے بتایا میں آبِ زمزم پی کر اسی حالت میں واپس آ کر ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ نیند کا مجھ پر غلبہ ہُوا اور مَیں سو گیا جب نیند سے بیدار ہُوا تو سوئی کا احساس تک نہیں تھا۔[1]

## حضرت امام احمد بن حنبلؒ آبِ زمزم سے شفا حاصل کیا کرتے تھے

حضرت امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے صاحبزادے عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب اکثر آبِ زمزم پی کر شفا حاصل کیا کرتے تھے اور اسے اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر ملتے تھے۔[2]

## فالج سے شفاء بذریعہ آبِ زمزم

"نشر الآس فی فضائل زمزم و سقایۃ العباس" کے مصنّف خلیفہ بن ابی الفرج الزمزمی نقل کرتے ہیں کہ ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم الدینوری (م ۲۷۶ھ) یا ان کے صاحبزادے احمد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک جماعت کے ساتھ حج کے لیے گیا ہمارے قافلہ میں ایک صاحب مرضِ فالج میں مبتلا تھے ایک دن مَیں نے دیکھا کہ وہ بالکل صحیح و تندرست حالت میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں مَیں نے بڑے تعجب سے ان سے دریافت کیا آپ کیسے اتنی جلدی تندرست ہو گئے اُنھوں نے جواب دیا کہ میں آبِ زمزم کے کنویں پر

---

[1] اخبار مکہ للفاکہی ج ۲ ص ۳۵

[2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۱۱ ص ۲۱۲

آیا اور آبِ زمزم لے کر اپنی اس دوائی میں ڈالا جو پہلے سے میرے پاس موجود تھی اور ایک پلیٹ یا برتن لے کر میں نے بسم اللہ لکھ کر سورۂ حشر کی آخری آیات هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ آخر سورۃ تک لکھیں اور سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۸۲ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ لکھی اور پھر یہ دُعا کی یا اللہ بے شک آپ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ کہ زمزم جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے وہ مقصد اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پورا فرما دیتے ہیں اور قرآن پاک آپ کا پاک کلام ہے۔ لہٰذا مجھے شفا عطاء فرمادیں۔

یہ دُعا کرنے کے بعد اس لکھے ہوئے کو آبِ زمزم میں حل کیا اور پی گیا اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی علاج و معالج کے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے شفاء عطا فرمادی اور فالج سے مجھے نجات حاصل ہوگئی[1]

## امام ابن قیمؒ کا زمزم سے شفا حاصل کرنا

امام ابن قیمؒ محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں۔

میں نے اور دیگر کئی حضرات نے بارہا آبِ زمزم سے شفا حاصل کرنے کا تجربہ کیا اور میں نے بہت سے امراض سے شفا حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اچھا کر دیا۔[2]

اور ایک بار میں مکۃ المکرمہ میں بیمار ہوگیا۔ میرے پاس نہ تو کوئی معالج تھا اور نہ ہی کوئی دوا لہٰذا میں نے آبِ زمزم سے علاج شروع کیا اس طرح کہ آبِ زمزم کا ایک گھونٹ لیتا اور اس پر چند بار آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ پڑھتا اور دم کرتا پھر پی لیتا اس عمل سے میں بالکل صحت یاب ہوگیا پھر میں بہت سے امراض میں اسی عمل پر اعتماد کرتا رہا اور انتہائی نفع حاصل کرتا رہا۔[3]

## امام زین الدین عراقیؒ کا زمزم سے شفا حاصل کرنا

امام تقی الدین فاسی نے "شفاء الغرام" میں اپنے شیخ حافظ زین الدین العراقی عبدالرحیم بن الحسین (م ۸۰۶ھ)

---

[1] نشر الآس ..... [2] زاد المعاد ج ۴ ص ۳۹۳ [3] زاد المعاد ج ۴ ص ۱۷۸

کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے چند امراض کے لیے زمزم پیا جس میں پیٹ کا ایک خاص مرض بھی تھا تو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی دوا کے اس مرض سے شفا عطاء فرما دی۔[۱]

## امراضِ چشم کا علاج بذریعہ آب زمزم

(الف) امام تقی الدّین الفاسی (متوفی ۸۳۲ھ) نے ذکر کیا کہ احمد بن عبداللہ الشریفی جو کہ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے فراش تھے ان کی بینائی زائل ہو گئی انھوں نے زمزم اسی نیت سے پیا تو ہمارے شیخ علامہ تقی الدین عبدالرحمٰن بن ابی الخیر الفاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی بینائی ٹھیک ہو گئی۔[۲]

(ب) حافظ جاراللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر (م ۹۵۴ھ) نے اپنی کتاب "نعمۃ الرحمٰن فیما یُعین علی حفظ القرآن" میں اپنے دادا، شیخ نجم الدّین بن عمر بن محمد (م ۸۸۵ھ) جو "اتحاف الورٰی باخبار ام القری" کے مصنّف ہیں اُن سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سُنا وہ بیان کرتے تھے کہ جب اُن کی آنکھوں میں پانی اُتر آیا اور اُنہیں نظر آنا بند ہو گیا اور وہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اس وقت وہ مکہ مکرمہ میں تھے اور مسجد حرام میں جانے کے لیے اُنہیں رہبر کی ضرورت پیش آتی تھی تو اُس وقت میں نے آبِ زمزم شفاء کی نیت سے پیا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے جو اس بارے میں آئی ہے اور آب زمزم میں نے آنکھوں میں ڈالنا شروع کیا تو بہت جلد اس مرض سے مجھے افاقہ ہو گیا جبکہ اطباء اس مرض میں آنکھوں میں پانی ڈالنے سے منع کرتے ہیں۔

(ج) یہی جاراللہ محمد بن عبدالعزیز اپنے بارے میں اپنی مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ مجھے بھی ۹۱۰ھ میں ایسا ہی مرض لاحق ہوا کہ میری آنکھ کی پتلی پر ایک دانہ نکل آیا جس نے مجھے مطالعہ وغیرہ سے روک دیا اور ایّامِ حج میں رات کو مسجد حرام جانے سے بھی روک دیا۔ میں صبح کی نماز مطاف شریف میں پڑھ کر زمزم کے کنویں پر چلا جاتا اور خوب زمزم پیتا اور حجر اسود کے سامنے حوض پر اپنے چہرہ کو داخل کر کے آنکھ کھول دیتا اور اللہ تعالیٰ سے صحت کی دُعا کرتا اس وقت میں کبیدہ خاطر تھا۔ اللہ نے مجھے اس سے عافیت عطا فرما دی۔

---

۱۔ شفاء الغرام ج: ۱، ص: ۲۵۵

۲۔ شفاء الغرام ج: ۱، ص: ۲۵۵

## مرضِ استسقاء سے شفاء بذریعہ آبِ زمزم

امام تقی الدین الفاسیؒ نے نقل کیا ہے کہ

الفقیہ العلامہ المدرس المفتی ابوبکر بن عمر بن منصور الاصبحی جو شنینی کے نام سے مشہور ہیں اور بلادِ یمن کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں استسقاء کے مرض میں مُبتلا ہوئے۔ تو اُنھوں نے شفاء کی نیت سے زمزم پیا وہ آبِ زمزم کی برکت سے شفایاب ہوگئے۔

اس واقعہ کی تفصیل اُن کے صاحبزادے عفیف الدّین اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میرے والد جب مکۃ المکرمہ میں مرض استسقاء میں مُبتلا ہوئے تو طبیب کی تلاش میں نکلے وہ جس طبیب کی نیت کرکے نکلے تھے اس طبیب نے خاطرخواہ جواب نہ دیا (غالباً لاعلاج قرار دے دیا ہوگا) تو اُن کا دل ٹوٹ گیا تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں آبِ زمزم سے شفا حاصل کرنے کا داعیہ پیدا کردیا حدیث "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ" کی وجہ سے، لہٰذا اُنھوں نے کنویں سے ڈول نکالا اور خُوب سیر ہوکر پیا۔ آبِ زمزم پیتے ہی اُنہیں قضاء حاجت کا شدید تقاضا ہُوا اور پیٹ میں کسی چیز کے ٹوٹنے یا کٹنے کا احساس ہُوا۔ قضاء حاجت کے بعد دوبارہ زمزم کے کنویں پر گئے دوبارہ پھر سیر ہوکر پیا پھر قضاء حاجت کا تقاضا ہُوا جس سے پیٹ بالکل صاف ہوگیا اور مرض سے بھی صحت یاب ہوگئے۔

انہی دنوں والد صاحب ایک بار مکہ مکرمہ اپنے کپڑے دھو رہے تھے اور کپڑوں کو پاؤں سے مل رہے تھے کہ وہی طبیب جس نے علاج کرنے سے انکار کردیا تھا اُس نے اُنہیں دیکھ کر بڑی حیرت سے پُوچھا تو وہی شخص نہیں ہے جو مرض استسقاء میں مُبتلا تھا تو والد صاحب نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی وہ شخص ہوں۔ اِس پر اس حکیم نے پُوچھا کس چیز سے علاج کیا ہے والد صاحب نے جواب دیا آبِ زمزم سے، اِس پر حکیم نے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اپنی مہربانی کی ہے۔ اسی حکیم نے جب والد صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو کہا تھا کہ یہ شخص تین دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

# شمس الائمہ سرخسیؒ

مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

خراسان کا مشہور شہر سَرخُس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن حازم سلمیؓ کے ہاتھوں فتح ہُوا، اور دیگر ممالک و بلادِ مفتوحہ کی طرح یہاں بھی بے شمار علماء و فضلاء اور ائمہ دین پیدا ہوئے جن میں حضرت شمس الائمہ امام ابوبکر محمدؒ بن احمد بن ابوسہل حنفی متوفی ۴۹۰ھ رحمۃ اللہ علیہ مختلف الجہات علمی و دینی خدمات کی وجہ سے خاص مقام و مرتبہ کے مالک ہیں، امام سرخسیؒ نے ابتدائی تعلیم مقامی عُلماء و اساتذہ سے حاصل کی اور شمس الائمہ امام ابواحمد عبدالعزیز بن احمد حلوائیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تفقہ میں یُوں درجۂ کمال کو پہنچے کہ شاگرد بھی اُستاد کے لقب شمس الائمہ کے ساتھ مشہور ہُوا اور اُستاد کے کام اور نام کو دُنیا میں شمس و قمر کی طرح روشن کیا۔ شہاب بن فضل اللہ عمریؒ نے مسالک الابصار فی ممالک الامصار میں لکھا ہے

| | |
|---|---|
| لزم شمس الائمة وتخرج | انھوں نے شمس الائمہ حلوائی کی خدمت میں |
| به حتى صار في النظر فرد زمانه | رہ کر تحصیل علم کیا یہاں تک کہ اہلِ دنیا کی نظر میں |
| وواحد اقرانه | یکتائے زمانہ اور اپنے معاصرین میں یگانہ ہوگئے۔ |

قرآن و حدیث، فقہ، علم الاصول، علم المناظرہ اور جملہ مروجہ علوم میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔

ایک مرتبہ امام سرخسی کے حلقۂ درس میں کسی نے کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث و فقہ کی کتابوں کے تین سَو ۳۰۰ اجزاء زبانی یاد تھے۔ اس پر امام سرخسیؒ نے کہا کہ امام شافعیؒ کا حافظہ میرے حافظہ کی زکوٰۃ ہے اور جب اُن کی یاد کی ہُوئی کتابوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہُوا کہ اُن کو بارہ ہزار اجزاء زبانی یاد ہیں۔

نیز ان کے حافظہ کی سب سے بڑی اور زندہ دلیل ان کی مشہور کتاب "المبسوط" ہے جس کو آپ نے قیدخانہ

میں اپنی یادداشت سے کسی کتاب کی مراجعت کے بغیر چودہ جلدوں میں املا کرایا جو تیس ضخیم جلدوں میں چھپ گئی ہے قوّتِ حافظہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پہ توقد اور ذہنی ذکاوت کا فیضان ہُوا تھا اور چہرے بشرے سے اس کا ظہور ہوتا تھا۔ خاص طور سے اقران و معاصرین سے علمی مناظرہ و مباحثہ میں ذہن کی تیزی سے نمایاں کامیابی ہوتی تھی جس سے اُن کی علمی شہرت دُور دُور تک پہنچ گئی تھی۔

اُن کے تذکرہ نگاروں نے اُن کے مناقب و فضائل اور حسنات و برکات کے بیان میں شاندار القاب سے اُن کو یاد کیا ہے۔ شہاب عمریؒ کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وکان اماماً، فاضلاً، متکلماً فقیھا، اصولیاً مناظراً یتوقد ذکاءً | وہ امام، فاضل، متکلم، فقیہ اصولی، مناظر اور بلا کے ذہین تھے۔ |

عبدالقادر قرشیؒ نے لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| احد الفحول الائمۃ الکبار واصحاب الفنون کان اماماً علامۃ حجۃ، متکلماً، فقیھاً اصولیاً، مناظراً | وہ ائمہ کبار اور اصحاب علوم و فنون میں سے امام، علّامہ حجت، متکلم، فقیہ اصولی اور مناظر تھے۔ |

اور شہاب مقریزیؒ کا بیان ہے

| | |
|---|---|
| وکان عالماً اصولیاً مناظراً | اصولی عالم اور مناظر تھے۔ |

امام کفویؒ کہتے ہیں

| | |
|---|---|
| کان اماماً، علامۃ، حجۃ، متکلماً مناظراً، اصولیاً، مجتھداً عدہ ابن کمال من المجتھدین فی المسائل | امام، علامہ، حجت، متکلم، مناظر، اصولی مجتہد تھے، ابن کمال نے ان کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ |

اور ملا علی قاری ہرویؒ نے طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| وھو من کبار علمائنا بما وراء النھر صاحب الاصول والفروع۔ | وہ ہمارے ماوراء النہر کے علماء کبار میں سے تھے اور اُصول و فروع کے عالم تھے۔ |

شمس الائمہ سرخسیؒ نے پانچویں صدی میں سُنّت یُوسفی یُوں ادا کی ہے کہ حاکم وقت کے مقابلہ میں حق بات کہہ کر مُدتوں قید و بند کی مصیبت برداشت کی اس کے ساتھ قید خانہ کو مدرسہ بنایا، اُن کے سوانح

نگاروں نے لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| کان محبوسًا فی الجب بسبب | حاکم وقت خاقان کو نصیحت کرنے کی وجہ |
| کلمة نصح بها الخاقان | سے کنویں میں قید کیے گئے۔ |

فرغانہ کے قریب مقام اوزجند میں آپ کو کئی سال تک ایک کنویں میں بند رکھا گیا۔ علم دین کے اس بحر بیکراں کو کنویں میں بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر کنواں تو کیا پورا شہر اوزجند دار العلم بن گیا اور دُور دراز مقامات سے طلبہ آکر ان سے فیض حاصل کرنے لگے۔

علمی و دینی استفادہ کی صُورت یہ ہوتی تھی کہ اہلِ علم کنویں کے پاس قلم دوات اور کاغذ لے کر جمع ہو جاتے تھے اور امام سرخسیؒ کنویں کے اندر اپنے سینے کے علوم و معارف زبان سے ادا فرماتے تھے اور یہ لوگ اُوپر بیٹھ کر لکھا کرتے تھے اس طرح امام صاحبؒ نے بڑی بڑی کتابیں املاء کرائیں جن میں "المبسوط" جیسی ضخیم کتاب بھی شامل ہے ان کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| املی المبسوط نحو خمس عشرة | امام سرخسیؒ نے پندرہ جلدوں میں المبسوط |
| مجلدًا ، وھو فی السجن | کا املاء کرایا جب کہ وہ اوزجند کے قید خانہ |
| باوزجند کان محبوسا فی الجب | میں ایک کنویں کے اندر بند تھے، کیوں کہ |
| بسبب کلمة نصح بها الخاقان | خاقان کو نصیحت کی تھی، وہ کنویں کے اندر |
| وکان یُملی من خاطره من غیر | سے کسی کتاب کے مطالعے بغیر زبانی |
| مطالعة کتاب ، وھو فی الجب | املاء کراتے تھے اور ان کے شاگرد کنویں |
| واصحابه فی اعلی الجب | کے اُوپر سے لکھتے تھے۔ |

المبسوط کے حصّہ عبادات کو شرح و بسط سے املاء کرانے کے بعد اخیر میں یہ عبارت لکھوائی۔

| | |
|---|---|
| هذا آخر شرح العبادات باوضح | واضح مطالب اور مختصر الفاظ میں عبادات |
| المعانی واوجز العبارات املاء المحبوس | کی یہ شرح ایسے شخص نے املاء کرایا ہے جو |
| عن الجمع والجماعات | لوگوں سے روک دیا گیا ہے۔ |

اسی طرح اس میں شرح الاقرار کے خاتمہ پہ یہ عبارت لکھوائی۔

| | |
|---|---|
| انتهٰی شرح الاقرار ، المشتمل | اسرار و رموز پر مشتمل شرح الاقرار کا املاء |

| | |
|---|---|
| من المعانی علی ماھو من الاسرار املاء المحبوس فی جبس الاشرار | ختم ہوگیا جسے اشرار کے قید خانہ میں بند قیدی نے املاء کرایا ہے۔ |

المبسوط جیسی عظیم وضخیم کتاب کے املاء پر امام سرخسیؒ کا دریائے فیض بند نہیں ہوا بلکہ اسی کنویں میں رہ کر آپ نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب السیر الکبیر کی شرح بھی املاء کرائی اور اسی کتاب کے املاء کرانے کے درمیان آپ کو رہائی نصیب ہوئی اور رہائی کے بعد اس کی تکمیل کی۔

| | |
|---|---|
| وشرح السیر الکبیر املاہ وھو فی الجب فلما وصل الیٰ باب الشروط حصل لہ الفرج فخرج فی آخر عمرہ الی فرغانہ فانزلہ الامیر حسن بمنزلہ ووصل الیہ الطلبة فاکمل الاملاء۔ | اور شرح السیر الکبیر کا املاء بھی آپ نے کنویں کے اندر سے کرایا اور باب الشروط تک پہنچے تو رہائی نصیب ہوئی اور اخیر عمر میں فرغانہ چلے گئے اور وہاں کے حاکم نے آپ کو اُتارا اور جب آپ کے پاس طلبہ پہنچے تو اس کا املاء مکمل کیا۔ |

اس کی تکمیل جمعہ ۳ جمادی الاخریٰ ۴۸۰ھ میں ہوئی۔ اسی قید خانہ میں رہ کر امام سرخسیؒ نے اُصول فقہ کا املاء شروع کرایا جو اُصول السرخسی کے نام سے چھپ گئی ہے۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے الفوائد البہیہ میں لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| ولہ کتاب فی اصول الفقہ وشرح السیر الکبیر ابدأ ھما وھو فی الجب محبوس | اُصول الفقہ اور شرح السیر الکبیر دونوں کے املاء کی ابتداء کنویں میں محبوس ہونے کے زمانہ میں کی تھی۔ |

ہمارا خیال ہے کہ امام سرخسیؒ کی مقبولیت وشہرت اور علمی بحثوں اور مناظروں میں ان کی کامیابی کی وجہ سے سلطانِ وقت کو ان کے حاسدوں نے بھڑکایا ہوگا اور ایک موقع سے ان کو شکست دینے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔ "املا المحبوس فی جلس الاشرار" کے جملہ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام سرخسیؒ کے تلامذہ میں مشاہیر ائمہ دین شامل ہیں جن میں ابوبکر محمد بن ابراہیم حصیری، ابوحفص عمر بن حبیب صاحب ہدایہ کے جد مادری، برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر مازہ محمد بن عبدالعزیز اوزجندی، رکن الدین مسعود بن حسن، عثمان بن علی بیکندی، یہ امام سرخسی کے آخری شاگرد ہیں۔

امام سرخسیؒ نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ وغیرہ کی کتابوں کی شرحیں خاص طور سے لکھیں اور اُن کے ساتھ خصوصی اعتناء کیا، چنانچہ شرح السیر الکبیر کے علاوہ شرح کتاب الکسب، شرح مختصر الطحاوی، شرح کتاب اختلاف ابی حنیفہ و ابی لیلیٰ شرح کتاب النفقات شرح الجامع الکبیر اور اصول السرخسی وغیرہ ان کی تصانیف میں ہیں اور اُن کی سب سے اہم اور مشہور وعظیم کتاب المبسوط ہے۔ امام سرخسی کی وفات حدود ۴۹۰ھ میں ہوئی۔

کتاب المبسوط مصر میں تیس۳۰ جلدوں میں چھپی ہے اور تین کتابیں ہمارے ملک ہندوستان میں چھپی ہیں، شرح السیر الکبیر دائرۃ المعارف حیدر آباد سے چار جلدوں میں مدّت ہوئے چھپی تھی اور اب نایاب ہو رہی ہے۔ اُصول السرخسی ۱۳۷۲ھ میں احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد سے حضرت مولانا ابوالوفاء افغانیؒ کی تعلیق و تصحیح کے ساتھ دو ضخیم جلدوں میں مصر سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ امام سرخسیؒ نے شرح السیر الکبیر میں اس کا نام تمہید الفصول فی الاصول بیان کیا ہے، مگر اُصول السرخسی کے نام سے مشہور ہے اور شرح زیادات الزیادات بھی ۱۳۷۸ھ میں احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد سے مولانا مرحوم کی تعلیق و تصحیح کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔

امام محمدؒ الجامع الکبیر کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو کچھ اور مسائل یاد آگئے جن کو الزیادات کے نام سے علیحدہ جمع کیا اس کے بعد بھی کچھ مسائل یاد آئے تو اُن کو زیادات الزیادات کے نام سے مرتّب فرمایا یہ مختصر سی کتاب ہے جو سات ابواب پر مشتمل ہے۔ عُلماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ امام سرخسیؒ کی شرح زیادہ مشہور ہے اصول السرخیؒ اور شرح زیادات الزیادات راقم کے کتب خانہ کی زینت ہیں۔

## قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرما دیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)

مُرسلہ : ڈاکٹر محمد امجد

# مکتوبِ مَدَنیؒ

## شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مَدَنی رحمہ اللہ

والانامہ پُراز معذرت باعث سرفرازی ہُوا۔ واقعی بات ہے کہ انسان کو اولوالعزم، مستقل مزاج، حطامِ دُنیا سے معرض، نعامہ، آخرت پر مُقبل ہونا چاہیے۔ حُبّ جاہ نہایت برباد کرنے والی چیز ہے۔ ما ذئبان ضاریان جائعان ارسلا فی ذریۃ غنم بافسد لہا من حب الجاہ لدین المرء (او کما قال علیہ السلام) حدیثِ صحیحہ ہے اور حب جاہ اس قدر لپچڑ مرض ہے کہ صُوفیہ فرماتے ہیں کہ آخر داء یذھب من قلوب الصدّیقین۔ میرے بھائی نفس اعدٰی عدو انسانی ہے۔ (اعدی عدوك نفسك اللتی بین جنبیك) اس کے مکر و فریب سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ عالم السرّ والخفایا مطلع علی القلوب ہے، ہم لوگوں سے اپنی قلبی اور نفسانی شرارتوں کو چھپا سکتے ہیں، مگر جس سے سابقہ پڑنا ہے اس سے چھپا نہیں سکتے۔ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (الآیۃ) اگر واسطہ دُنیاوی اشخاص سے ہوتا تو ہم بہت کچھ کامیابیاں حاصل کر لیتے، نجات صرف صاحب قلبِ سلیم کو ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الّا من اتی اللہ بقلب سلیم (الآیۃ) یہ راز ہائے سربستہ اس دن ظاہر ہو کر رہیں گے، یوم تبلی السّرائر فمالہ من قوّۃ وّلا ناصر

ما برون را ننگریم و قال را ما درون را بنگریم و حال را

اس علام الغیوب کو راضی کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ دُنیا میں ہم کتنی بھی کامیابی و شہرت و شوکت حاصل کر لیں صرف چند روزہ ہے۔ اس مقدس ذات کا قرب اور رضا نامہ حاصل کرنا چاہیے، جس

کے یہاں دوام و ابدیت اور ہر حالت کی معلومیت ہے۔ فاصبر لحکم ربك فانك باعیننا۔

میرے محترم! اخلاص کے ساتھ مردانہ وار اس میدان میں قدم رکھیے اور ہر غیر اللہ سے دل کو پاک و صاف کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور میری دستگیری فرمائے اور نفس و شیطان کے مکر و فریب سے مجھ کو اور آپ کو اور سب دوستوں کو بچائے۔ آمین۔

والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۱ ر ذی الحجہ ۵۹ھ

بنام مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تکیہ کلاں رائے بریلی (اودھ)

محترم المقام زید مجدکم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امراضِ قلبیہ کے متعلق جدّ و جہد ہمیشہ جاری رکھیے، مگر سب سے زیادہ مقدم ذکر اور مراقبہ ہے، اس میں انتہائی محنت اور توجہ ہونی چاہیے، اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو آہستہ آہستہ اخلاق بھی درست ہوجائیں گے، ورنہ ضرر کم ہوگا۔ متقدمین تہذیب لاخلاق کی جدّ و جہد اوّلاً کراتے تھے۔ پھر سلوک بالذکر والمراقبہ کراتے تھے مگر بسا اوقات ایسا ہُوا کہ سالک کی عمر تہذیب اخلاق ہی میں ختم ہوگئی اور (متأخرین) وصول الی اللہ کے بعد اخلاق رذیلہ کا ازالہ کراتے ہیں۔ اس میں اگر سالک کی عمر درمیان میں ختم ہوگئی تو محروم نہیں جاتا نیز وصول الی اللہ کے بعد اخلاق رذیلہ کا ازالہ نہایت آسان ہوجاتا ہے، اسی طریقے کو ہمارے اکابر پسند فرماتے ہیں، بنا بریں آپ کو پوری جدوجہد ذکر میں جاری رکھنی چاہیے۔ معانی کا لحاظ رکھتے ہُوئے دل لگا کر ذکر میں کوشش فرمائیے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اصلاحِ اخلاق رذیلہ ہوجائے گی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اُن کی اصلاح سے مُنہ پھیر لیا جائے بلکہ اس کی طرف توجہ کو مقصدِ اصلی نہ سمجھا جائے اور وصُول الی اللہ ہی کو مقصودِ اصلی قرار دے کر شدید جدّ و جہد جاری رکھی جلئے، بنا بریں عرض ہے کہ ذکر کی کیفیت باعتبار نتائج تحریر فرمائیے اور اس کی مداومت و استحضارِ قلب میں پُوری کوشش جاری رکھیے۔

والسّلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

# لہٗ دعوۃ الحق

## تمام مذاہب والے غور کریں

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

یہ تو سب جانتے ہیں مانتے ہیں کہ ہر انسان کو مرنا ہے اس دُنیا سے جانا ہے پھر انسانوں کے مختلف مذاہب ہیں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہی نہیں اور اکثر انسان وہ ہیں جو موت کے بعد زندہ ہونے کو اور جزاء و سزا کو مانتے ہیں اور ہر وہ شخص جس نے کوئی بھی مذہب اختیار کر رکھا ہے وہ اپنے دین میں آخرت کی نجات سمجھتا ہے کسی بھی مذہبی آدمی سے یہودی ہوں نصرانی، ہندو ہو، بدھ مذہب یا کسی اور مذہب کا ماننے والا اس سے اگر پُوچھا جائے کہ موت کے بعد زندگی کے بارے میں کیا کہتے ہو تو وہ یہی کہے گا کہ موت کے بعد بھی زندگی ہے، اور انسانوں کو اپنے عقیدے اور اعمال کے بدلہ میں جنّت یا دوزخ میں جانا ہے۔

اسے ہندو نرگ سرگ کہتے ہیں اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم چند دن کے لیے دوزخ میں جا کر جنّت میں چلے جائیں گے۔ قرآن مجید میں یہود و نصارٰی کا قول نقل کیا گیا ہے۔

لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصَارٰی" یعنی جنّت میں ہرگز کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اِلا یہ کہ یہودی ہو یا نصرانی ہو۔ یہودیوں نے اپنے بارے میں یہ بات کہی اور نصارٰی نے اپنے بارے میں، جب یہ سب مانتے ہیں کہ موت کے بعد جزاء و سزا ہے اور عقیدہ اور عمل پر نجات کا مدار ہے تو ہر شخص کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ میں جس دین اور مذہب پر ہوں اس پر مر جانے سے میں دوزخ سے بچ جاؤں گا اور جنّت میں چلا جاؤں گا اس کی کیا دلیل ہے جس پر اطمینان ہو سکے اور یقین کے ساتھ کہا جا سکے کہ میرا مذہب واقعی نجات دلانے والا ہے جن قوموں کا دعوٰی ہے کہ ہمارے پاس دینِ آسمانی ہے یعنی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے

بھیجا ہے جس پر ہماری نجات کا وعدہ فرمایا ہے ان میں یہودی آگے آگے ہیں اور نصارٰی بھی یہی بات کہتے ہیں کہ ہمارا دین ذریعۂ نجات بنے گا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ——— نے قتل کروا کر ہمارے گناہوں کا کفارہ فرما دیا اور ساتھ ہی عیسٰی علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی بتاتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے یہ فرمایا تھا کہ مَیں اللہ کا بیٹا ہوں اور یہ کہ تم مجھے قتل کر دو تو میرا قتل تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے گا۔ یہ عقیدہ نصارٰی نے اپنی طرف سے خود بنایا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ایسا نہیں فرمایا۔ نصارٰی کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ایسا فرمایا تھا۔

یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ جو عقیدہ چاہیں اپنی طرف سے تجویز کر لیں اور جس عمل کو چاہیں حلال سمجھ لیں اور جس کام کو چاہیں حرام قرار دے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے صحیح عقیدہ کے سمجھانے کے لیے اور حلال اور حرام کی تفصیلات بتانے کے لیے حضرات انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں اگر ہر شخص اپنے عمل اور عقیدہ اور اعمال میں آزاد چھوڑ دیا جاتا تو رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل فرمانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے وہی خالق اور مالک ہے اس لیے ہر بات ہر فرمان ہر قانون اسی کا معتبر ہے اور لائق عمل ہے۔

جس نے پیدا کیا اس کو وحدہٗ لاشریک مانو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی کوئی بیوی نہیں اولاد نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور اُس جیسا کوئی نہیں وہ قادر مطلق ہے سب کچھ جانتا ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اس کے حکم سے صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی اچھے بُرے سب حاضر ہوں گے اس کے ماننے والے بھی ہوں گے اس کے باغی بھی ہوں گے۔ اس کے ساتھ شریک بنانے والے بھی ہوں گے اس کی اولاد تجویز کرنے والے بھی ہوں گے جن لوگوں نے صحیح عقیدہ رکھا اور اسے وحدہٗ لاشریک مانا قیامت کے دن آنے کا اقرار کیا اس کے نبیوں کی تصدیق کی اس کی کتابوں پر ایمان لائے ان کو جنّت میں داخل فرمائے گا جو لوگ خالق کے وجود ہی کو نہیں مانتے وہ یوں کہتے ہیں فطرت ہی سب کچھ ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں۔ خالق تعالیٰ شانہٗ کے وجود کو تو مانتے ہیں اور اس کو بھی مانتے ہیں کہ ساری مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی ہے لیکن اس کے

ساتھ ہی اس کے علاوہ دوسری مخلوق کی بھی پوجا کرتے ہیں بُتوں کے پُوجنے والے بھی ہیں گنگا جمنا اور آگ کے پجاری بھی ہیں۔ سورج کو بھی پُوجتے ہیں اور بھی طرح طرح کے معبود تراش رکھے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے کچھ بھی پیدا نہ کیا وہ بھی غیر اللہ کی پرستش یعنی پُوجا کرتے ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو عقل مند کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے شرک جیسے بُرے عمل کو فلسفی انداز میں بہت اچھا عمل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، قرآن مجید میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ وہ جس چیز کو چاہے گا بخش دے گا)

دُنیا میں جو دین مشہور و معروف ہے ان میں دینِ اسلام بھی ہے۔ داعیِ اسلام سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوّت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے توحید کی دعوت دی شرک کو مٹایا، جہالت کی رسموں کو چھڑوایا۔ دُنیا میں ہر طرف بُت پرستی تھی بڑے لوگ چھوٹوں پر ظلم کرتے تھے۔ سود کا لین دین عام تھا۔ زنا کاری کا رواج تھا، فاحشہ عورتوں نے اپنے اڈّے بنا رکھے تھے اور ان پر جھنڈے لگا رکھے تھے۔ روزی نہ ملنے کے ڈر سے اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض لوگ لڑکیوں کو اس لیے قتل کر دیا کرتے تھے کہ ہمیں کسی کا سسر بننا پڑے گا۔ عورتوں کو باپ اور شوہر کی میراث میں کوئی حصّہ نہیں دیتے تھے اور ہندوستان میں تو عورتوں کی مظلومیت کا یہ عالم تھا کہ جس کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اسے شوہر کے جنازے کے ساتھ زندہ جلنا پڑتا تھا، نہ خرید و فروخت کا کوئی قانون تھا نہ اخلاق کی کوئی بلندی تھی، بادشاہ اور راجہ مہاراجہ جو چاہتے تھے بے دھڑک کر لیتے تھے، پُوری انسانیت تباہ تھی۔ ظالموں کے ظلموں کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔

سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب توحید کی دعوت دی تو خود اُن کے شہر مکّہ معظّمہ کے لوگ اور آپ کی قوم یعنی قریش کے افراد حتّٰی کہ آپ کے چچا ابولہب وغیرہ بھی سخت دُشمن ہو گئے بُتوں کی پُوجا لوگوں کے دلوں میں اتنی زیادہ رچ بس گئی تھی کہ توحید کی آواز اُن کو بُری لگی اور توحید کو گمراہی سمجھنے لگے۔ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ۱۳ سال تک بڑی بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں میں اپنا کام جاری رکھا کچھ لوگ شہر مکّہ معظّمہ میں اور کچھ لوگ باہر سے آکر مُسلمان ہو گئے، لیکن مکّہ والوں کی شدید مخالفت

کی وجہ سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی، آپ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے وہاں یہودیوں نے مخالفت کی یہ جاننے کے باوجود کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اسلام قبول نہیں کیا، یہودیوں میں سے دوچار افراد مُسلمان ہُوتے یہود کے بڑے عالم عبداللہ بن سلام تھے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ آپ کے نبی ہونے کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں اور آپ کی حقانیت کو بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ پہچانتا ہوں اُنھوں نے یہ بھی فرمایا مَیں نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو اسی وقت پہچان لیا کہ یہ چہرہ جُھوٹا نہیں ہو سکتا، عام یہود کا اسلام قبول نہ کرنا اسی جہالت اور عصبیت کے جذبہ کی وجہ سے تھا کہ ہم اپنے ماں باپ کے دین کو کیسے چھوڑیں اور عربوں میں کیسے نبی آیا ہم ہی میں سے نبی آنا چاہیے تھا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہُوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو عربوں میں سے نبی بھیج دیا یہ بات ان کو اچھی نہ لگی اور آج تک اس پر قائم ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنّت میں صرف ہم ہی جائیں گے۔ بھلا جو اللہ سے ناراض ہو... وہ قیامت کے دن نجات پانے والوں کے گروہ میں کیسے شامل ہوگا ؟

جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی تو بہت سے لوگوں نے آپ کا دین قبول کر لیا۔ پھر ملک عرب سے دین اسلام آگے بڑھا تو قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی چلی گئیں، پُورے عالم میں اُنھیں لوگوں کی نسلیں پھیلی ہُوئی ہیں جنھیں اسلام کا دعوٰی ہے اور جو اسلام پر جمے ہوئے ہیں۔ اذانوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہیں... نمازیں پڑھتے ہیں۔ اللہ کی توحید کے داعی ہیں شرک کی مذمّت کرتے ہیں اور نماز و روزہ کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی کتاب قرآن مجید کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں حفظ کرتے ہیں اور اس کی تفسیریں لکھتے ہیں ان کے آباؤ اجداد کے سامنے دین توحید پیش کیا گیا، اُنھوں نے قبول کر لیا اور اپنی جانوں اور نسلوں کو موت کے بعد کے عذاب سے بچا لیا۔

شاید کوئی یہودی یا نصرانی یا کسی دوسرے مذہب کا کوئی شخص یُوں کہے کہ جس طرح آپ اپنے مذہب اسلام میں آخرت کی نجات بتاتے ہیں اور یہ آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا ہے اسی طرح ہم اپنے مذہب پر رہتے ہُوئے اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں ہمارے باپ دادا نے یہی بتایا ہے لہٰذا اس کا یقین کرنے کی کیا صُورت ہے کہ تمہارا دین حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور

ہمارا دین نا حق ہے اس کی کیا دلیل ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو مذہب کو دیکھو کہ کس مذہب میں توحید ہے اور کس مذہب میں شرک ہے۔ شرک والا دین تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس میں اللہ کے علاوہ دوسروں کی پوجا ہے اس کے لیے اپنی سمجھ ہی کافی ہے اس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں کوئی شخص اپنی سمجھ سے بھی کام نہ لے اور محض باپ دادوں کی تقلید پر چلے یہ اس کا اپنی جان پر ظلم ہے دیکھو دُنیا میں ہمارے آباؤ اجداد تھے۔ ان کے دنیاوی حالات و معاملات کیسے تھے کیا ہم نے ان کی خلاف ورزی نہیں کی اور کیا ان کو اپنانا اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتے، جب دنیاوی چیزوں میں آباؤ اجداد کی خلاف ورزی دُرست ہے تو دین کے بارے میں ان کی خلاف ورزی کیوں نہیں کر سکتے۔ جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لوگ مشرک تھے گمراہی پر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والے تھے کیا وجہ ہے کہ دُنیاوی کاموں میں آباؤ اجداد کی تقلید چھوڑنا گوارا ہے اور دین اور مذہب کے بارے میں اُن کی تقلید چھوڑنا گوارا نہیں جبکہ دین اور مذہب پر آخرت کی نجات کا مدار ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جو دین لائے ہیں یعنی دینِ اسلام اسکے حق ہونے کی اور اس بات کی دلیل کہ یہ دین اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قرآن مجید کا معجزہ ہے جو بہت مضبوط اور بہت مستحکم دلیل ہے۔ قرآن مجید میں سارے عالم کے انسانوں کو ہمیشہ کے لیے چیلنج دیا ہے کہ قرآن جیسی ایک سورت بنا کر لاؤ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اگر تم اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لاؤ اگر تم سچے ہو۔

قرآن مجید کے اس چیلنج کو ڈیڑھ ہزار سال ہو چکے ہیں کوئی بھی آج تک قرآن جیسی کوئی سورت بنا کر نہیں لا سکا اور نہیں لا سکتا آیت بالا کے بعد ارشاد ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ رسو اگر تم نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے تو

اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں) یہ کھلا ہوا چیلنج ہے سب کے سامنے ہے دُشمنوں نے بڑی کوششیں کرلیں کمپیوٹر استعمال کرلیے عربی زبان پر عبور رکھنے والوں اور فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھنے والوں کو استعمال کرلیا لیکن قرآن کے مقابلے میں ایک آیت بھی نہیں لا سکے اور نہیں لاسکیں گے جیسا قرآن مجید میں پہلے ہی فرما دیا ہے۔

قرآن کے اس چیلنج کو جاننے والے جانتے ہیں اور بار بار پڑھتے ہیں غیر مسلموں میں جو صاحب قلم ہیں اور مذاہب عالم کے ریسرچ کرنے والے ہیں وہ بھی قرآن کریم کے اس چیلنج کو جانتے ہیں اپنی ہار تسلیم کرنے کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے افسوس ہے کہ قیامت کے دن اس آگ میں جانے کو تیار ہیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اب ایک بات اور سُنیے دُنیا میں بہت سے دین رواج پائے ہوئے ہیں اُن میں دین اسلام ہی ہے یہ دین خُوب زیادہ جامع اور مکمّل ہے اس میں عقائد بھی ہیں۔ عبادات بھی ہیں معاشرت معیشت، تجارت، ملازمت، مزارعت باغبانی مناکحت، میاں بیوی کے تعلقات بچّوں کی تربیت صاحب اقتدار کے لیے اور قاضیوں کے لیے اور عامۃ النّاس کے لیے تفصیلی احکام ہیں، دوسرے نام نہاد مذاہب میں صرف چند تصوّرات اور توہمات ہیں ان میں زندگی گزارنے کے طریقے نہیں بتائے ہیں اور یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کیا حرام ہے اور کیا حلال ہے، نیکیوں اور گناہوں کی تفصیل نہیں بتائی۔ دو چار چیزوں کو جو گناہ سمجھتے ہیں اُن سے بچتے تک نہیں اور نصاریٰ نے تو غضب ہی کر دیا سارے گناہ کرلیتے ہیں اور اتوار کے دن چرچ میں جاکر وہاں کے پادری سے سب کچھ معاف کرا لیتے ہیں۔ ان پادریوں کو یہ حق کہاں سے مل گیا کہ نافرمانی تو ہو اللہ تعالیٰ کی اور اسے معاف کر دے کوئی بندہ؟ یہ کون سی عقل اور سمجھ کی بات ہے چونکہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ اتوار کے دن چرچ میں جانے سے سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ اسی لیے کسی بھی گناہ کو چھوڑنے کے لیے فکرمند نہیں ہوتے، گناہ پر گناہ کیے جاتے ہیں اور ہر طرح کے گناہوں میں لت پت رہتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی دیگر مذاہب والوں نے گناہوں کو مقصد زندگی بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے جن میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ تھے اور سب سے آخری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما

السّلام آپ سے پہلے گزر گئے ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت اور تشریف آوری کی خبر دی آپ کے تشریف لانے تک یہود و نصارٰی (دونوں جماعتیں) آپ کی آمد کا انتظار کرتی تھیں اور اپنی کتابوں میں آپ کا تذکرہ پڑھتی پڑھاتی تھیں، لیکن جب آپ تشریف لائے تو مذہبی تعصّب نے ان کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا دین نہیں قبول کرنے دیا۔ جانتے پہچانتے ہوئے حق کا انکار کرنا اور اللہ کے نبی کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے یہ ایسی بات ہے جسے ہر قوم کے افراد جانتے اور سمجھتے ہیں جو قومیں مسلمان نہیں ان کے مذہب کے بڑے ہندو ہوں یا بدھسٹ، یہودی ہوں یا نصرانی یا کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں اُن کے بڑے اپنی دنیاوی بڑائی مال و دولت سرداری وچودھراہٹ کی وجہ سے نہ اسلام قبول کرتے ہیں نہ اپنی قوم کو قبول کرنے دیتے ہیں۔

آج یہود و نصارٰی اور دوسری اقوام نے اسلام کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے اور اس میں بہت پیش پیش ہیں جگہ جگہ نصارٰی نے اپنے مشن قائم کر رکھے ہیں مُسلمانوں کو نجات کے راستے سے ہٹا کر یعنی اسلام کا منکر بنا کر موت کے بعد عذاب میں لے جانا چاہتے ہیں جو کروڑوں ڈالر مقصد کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کا نتیجہ عام حالات میں صفر کے درجہ میں ہے۔ ایشیا کے ممالک میں اپنی مشینریاں بھیجتے ہیں اور خود یورپ وامریکہ میں جو نصارٰی اسلام قبول کر رہے ہیں، اور مُسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ چرچ بک رہے ہیں مسجدوں میں تبدیل ہو رہے ہیں اس پر پابندی لگانے سے عاجز ہیں بات یہ ہے کہ ایمان دل میں اُتر جائے تو کوئی بھی مخالفانہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی جسے مُسلمان ہونا ہے مُسلمان ہو کر جینا ہے اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اگر دُشمن اسلام کی کوششیں کامیاب ہوتیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر سے آگے اسلام نہ بڑھتا۔

ہندوستان میں ہندو مسلمان ہوجاتے ہیں۔ ہندو انہیں ستاتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں دوبارہ بُت پرستی کے دین پر لانا چاہتے ہیں لیکن وہ پوری مضبوطی کے ساتھ دینِ اسلام پر قائم رہتے ہیں۔

نصارٰی نے دُنیا میں اکثریت کا مسئلہ بنا رکھا ہے اُن کی کوششیں ہیں کہ ہماری تعداد زیادہ ہوجائے ہماری تجارتیں جاری رہیں ہم نے جو گناہ گاری والی زندگی اختیار کر رکھی ہے وہ دوسری قوموں میں بھی رواج پاجائے ان کو اتنا ہوش نہیں کہ مسئلہ دُنیا میں زیادہ تعداد ہونے کا نہیں ہے اور تجارتیں

بڑھانے کا بھی نہیں ہے اصل مسئلہ موت کے بعد دائمی عذاب سے بچنے کا ہے۔

یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر ہم اپنے دین پر مر گئے جس پہ جمے ہوئے ہیں اور جس کی دعوت دُنیا بھر میں پھیلا رہے ہیں کیا اس کے اختیار کرنے سے ہم دوزخ سے بچ جائیں گے اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ اس کی وجہ سے دوزخ سے بچ جائیں گے تو اس کی دلیل ہونی چاہیے۔

یہ دُنیا ہمیشہ نہیں رہے گی۔ ہر شخص کو مرنا ہے اور پُوری دُنیا فنا ہوگی میدانِ قیامت میں حاضر ہونا ہے وہاں جنّت و دوزخ کے فیصلے ہوں گے جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک کیا یعنی اللہ کے سوا کسی کی پوجا کی اور جس نے کسی نبی کا انکار کیا اور اللہ کی کسی کتاب کو (توریت ہو یا انجیل یا زبور ہو یا قرآن) کا انکار کیا یہ سب لوگ دوزخ میں جائیں گے جو لوگ اس حقیر دُنیا کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے عوام کو قبول نہیں کرنے دیتے وہ لوگ سمجھ لیں کہ اس عارضی دُنیا کی چہل پہل دیکھ کر اپنی جانوں کو اور اپنی عوام کی جانوں کو آخرت کے بے انتہا عذاب میں نہ ڈالیں۔

اگر صرف اتنی سی بات ہوتی کہ دُنیا میں آئے کمایا کھایا گھر در بنایا سوئے اور جاگے پھر مر کر ختم گئے تو فکر مند ہونے کی بات نہ تھی لیکن جب اس بات کو مانتے اور جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہونا ہے اور یہ کہ قیامت قائم ہوگی اور حساب کتاب کی پیشی ہوگی جنّت کا داخلہ اس دین کے ماننے والوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اور جہنّم کا داخلہ ان لوگوں کے لیے مقرر و متعیّن ہے جو اللہ کے بھیجے ہُوئے دین کا اور اس کے کسی نبی کا انکار کریں تو ہر فرد و بشر کو اپنی خیر خواہی کے لیے یہ سوچنا ضروری ہے کہ مَیں جس دین پہ ہوں اور جن کاموں میں لگا ہوا ہوں یہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچا کر جنّت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنیں گے یا نہیں کسی دین اور دھرم پر چلتے رہے اور موت کے بعد یہ ظاہر ہُوا کہ یہ دین باطل تھا اور وہاں سے واپس ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو کیا ہوگا؟ یہ ہر شخص کے فکر کرنے کی بات ہے یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اس میں ماں باپ یا خاندان اور کنبہ اور قبیلہ اور رسم و رواج اور دوست و احباب کی جانب دیکھنا کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کسی ایسے دین پر جما رہنا جو خالق کائنات کا بھیجا ہُوا نہ ہو خود اپنی جان سے دشمنی ہے۔ اگر سارے انسان غور کریں تو یہی سمجھ میں آئیگا کہ دین اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور جسکے قبول کرنے میں آخرت کی نجات منحصر ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

# وَفَیَات

گزشتہ ماہ ۲۵ نومبر مطابق ۱۶ شعبان بروز پنج شنبہ جامعہ کے مدرس اور فاضل جناب مولانا خالد محمود صاحب کے والد محترم جناب حافظ غلام محمد صاحب انتقال فرماگئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ مرحوم ظہر کی نماز باجماعت ادا کر رہے تھے اور دوسری رکعت جاری تھی کہ سانس بگڑا اور اسی وقت وفات پاگئے ایسی قابلِ رشک موت بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ مرحوم سنت نگر کی غنی مسجد میں پچاس برس سے بھی زائد عرصہ سے امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے آپ بہت پختہ حافظ قرآن تھے۔ قرآن سے تعلق کی برکت تھی کہ وفات کے بعد بھی ان ۸۵ سالہ بزرگ کا چہرہ پھول کی طرح تروتازہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو، ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ نماز جنازہ کے بعد مرحوم کا جسد خاکی اُن کے آبائی گاؤں فتح جنگ لے جایا گیا۔ بروز جمعہ تدفین عمل میں آئی۔

گزشتہ ماہ ۲۳ نومبر کو جناب بلال میر صاحب بٹ اور جناب زاہد میر صاحب بٹ کے والد صاحب انتقال فرماگئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون مرحوم اپنے خاندان کے بڑے اور بہت شفیق انسان تھے، خاندان کے لیے ان کے سائے سے محرومی بہت بڑا صدمہ ہے۔ ادارہ اہلِ خاندان بالخصوص اُن کے صاحبزادگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

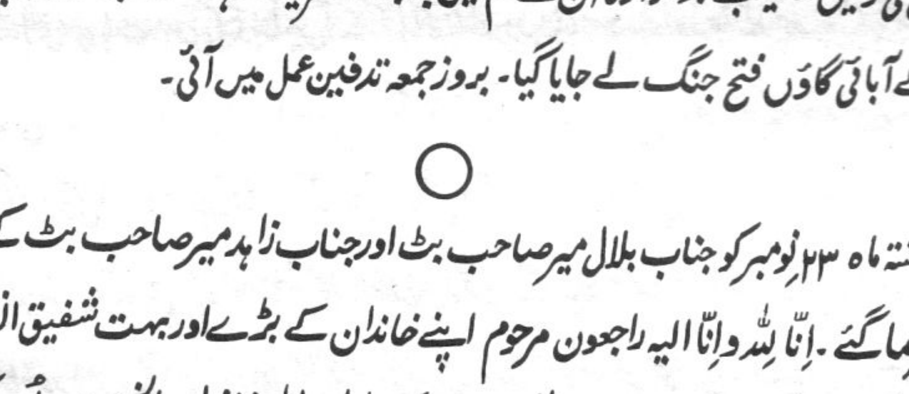

# نذر اور منت کے مسائل

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

## نذر کی تعریف

اپنے اُوپر کسی ایسی عبادت کو لازم کر لینا جو خود مقصود ہو اور جس کی جنس میں سے کسی وقت فرض یا واجب بھی ہوتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں۔

مسئلہ : عبادت مقصودہ وہ ہوتی ہے جو خود اپنی ذات کے اعتبار سے مطلوب و مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے ذریعہ کے طور پر نہ ہو جبکہ عبادت غیر مقصودہ وہ ہوتی ہے جو کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ اور واسطہ ہو۔

**عبادت مقصودہ کی مثالیں :** نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ، اعتکاف اور مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا۔

**عبادت غیر مقصودہ کی مثالیں :** مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضو، غُسل، مسجد میں داخل ہونا، مصحف کو چھونا، اذان کہنا، رباط بنانا، مسجد تعمیر کرنا، میّت کو کفن دینا۔

مسئلہ : نذر کے الفاظ کہنے سے نذر ہر صُورت میں لازم ہو جاتی ہے خواہ نذر کی نیت ہو یا نہ ہو، مثلاً کہنا کچھ چاہتا تھا، لیکن زبان سے غلطی سے نذر کے الفاظ نکل گئے یا ویسے ہی ہنسی مذاق میں نذر کے الفاظ کہہ دے تو نذر لازم ہو گئی۔ اسی طرح کہنا چاہتا تھا کہ فلاں کام ہو گیا تو ایک ہفتہ کے روزے رکھوں گا، لیکن زبان سے نکل گیا کہ ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو ایک ماہ کے روزے لازم ہو گئے۔

## نذر کی دو قسمیں

۱۔ مطلق یعنی جو مشروط نہ ہو مثلاً یُوں کہا اللہ کے لیے مجھ پر ایک ماہ کے روزے ہیں یا میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا۔ اس طرح کے الفاظ کہنے سے نذر کو پُورا کرنا لازم ہوجاتا ہے، اگرچہ الفاظ بغیر ارادہ کے نکل گئے ہوں۔

۲۔ مشروط نذر یعنی کسی کام کے ہونے پر کسی عبادت کی نذر مانی مثلاً کہا اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو تین روزے رکھوں گا۔ شرط پُوری ہوجائے تو نذر کو پُورا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

## نذر کے صحیح ہونے کی شرائط

۱۔ نذر عبادت مقصودہ کی ہو عبادت غیر مقصودہ کی نہ ہو۔

۲۔ اس پر نذر سے پہلے اس عبادت کا کرنا واجب نہ ہو۔ لہٰذا اگر فرض حج کی نذر کی تو نذر نہ ہوگی۔

۳۔ وہ امر محال نہ ہو مثلاً گزشتہ دن کے روزے یا اعتکاف کی نذر کی تو نذر صحیح نہ ہُوئی۔

۴۔ جتنے مال کے صدقہ کا التزام کیا ہو وہ ملکیت سے زائد نہ ہو۔

مسئلہ یُوں منّت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گا یا بیس روپیہ خیرات کروں گا، تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر یُوں کہا پچاس روپے خیرات کروں گا اور اُس کے پاس اس وقت فقط دس ہی روپے کی پُونجی ہے تو دس ہی روپے دینا پڑیں گے۔ البتّہ اگر دس روپے کے سوا کچھ مال اسباب بھی ہے تو اُس کی قیمت بھی لگائیں گے اس کی مثال یہ سمجھو کہ دس روپے نقد ہیں اور سب مال اسباب پندرہ روپے کا ہے یہ سب پچیس روپے ہُوئے تو فقط پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں۔

۵۔ وہ کام بذاتِ خود معصیت نہ ہو۔

مسئلہ: قربانی کے دن روزے کی نذر صحیح ہے کیونکہ یہ اپنی ذات میں معصیت نہیں بلکہ اور معنی سے معصیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض ہے۔

مسئلہ: یہ منّت مانی کہ اگر فلاں کام ہوجائے تو فلانے مزار پر چادر چڑھاؤں گا تو یہ نذر نہیں ہوئی۔

مسئلہ : مولیٰ مشکل کشا کا روزہ اور آس بی بی کا کونڈا یہ شرک کی باتیں ہیں اور ان کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ : بڑے پیر کی گیارہویں کی منّت مانی تو یہ منّت اور نذر نہیں ہوتی۔ اگر شرکیہ عقیدے کے ساتھ ہو کہ وہ ہمارے کام بنوادیں گے تو یہ خود معصیت ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب ہو تو ایصالِ ثواب کی جنس سے کوئی واجب اور فرض نہیں ہوتا۔

۶۔ نذر کے الفاظ کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا ہو کیونکہ انشاء اللہ کہنے سے نذر باطل ہو جاتی ہے مثلاً یُوں کہا اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مَیں انشاء اللہ سو روپے صدقہ کروں گا یا میں سو روپے صدقہ کروں گا انشاء اللہ تو نذر نہیں ہوئی۔

## نذر کے بارے میں ایک اور ضابطہ

نذر کرنے والے نے اصل عبارت جس کا التزام کیا ہے صرف وہ لازم ہوتی ہے اس کے ہر ہر وصف جس کا اُس نے التزام کیا ہو لازم نہیں ہوتا۔ مثلاً صدقہ میں روپے کی یا فقیر کی یا جگہ کی تعیین اور اسی طرح نماز میں جگہ کی تعیین اور روزے میں دن اور مہینے کی تعیین لازم نہیں ہوتی۔

مسئلہ : کسی نے کہا یا اللہ اگر میرا فلانا کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہو جائے گا پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر کام نہیں ہُوا تو نہ رکھنا پڑیں گے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے پانچوں روزے ایک دم سے لگاتار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کر کے پُورے پانچ کر لے دونوں باتیں دُرست ہیں اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزہ لگاتار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک دم سے رکھنے پڑیں گے اگر بیچ میں ایک آدھ چھُوٹ جائے تو پھر سے رکھے۔

مسئلہ : اگر یُوں کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھونگا تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص اُنہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگاتار رکھنا پڑیں گے چاہے محرّم میں رکھے چاہے کسی اور مہینے میں سب جائز ہے اسی طرح اگر یہ کہا کہ اگر آج میرا یہ کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھونگا

جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھے۔

مسئلہ: کسی نے نذر کرتے وقت یُوں کہا محرّم کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو محرّم کے پُورے مہینے کے روزے لگاتار رکھنا پڑیں گے اگر بیچ میں کسی وجہ سے دس پانچ روزے چھُوٹ جائیں تو اس کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے سارے روزے نہ دہرائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینہ میں نہ رکھے کسی اور مہینہ میں رکھے لیکن سب لگاتار رکھے۔

مسئلہ: اگر یُوں کہا ایک سو روپیہ کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گا تو اختیار ہے چاہے ایک سو روپیہ کی روٹی دے چاہے ایک سو روپیہ کی کوئی اور چیز یا ایک سو روپیہ نقد دے دے۔

مسئلہ: کسی نے یُوں کہا دس۱۰ روپے خیرات کروں گا۔ ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ پھر دسوں روپے ایک ہی فقیر کو دے دیئے تو بھی جائز ہے ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں اگر دس۱۰ روپے بیس۲۰ فقیروں کو دے دیئے تو بھی جائز ہے اور اگر یُوں کہا دس روپے دس فقیروں کو خیرات کروں گا تو بھی اختیار ہے چاہے دس کو دے چاہے کم زیادہ کو

مسئلہ: اگر یُوں کہا کہ دس نمازیوں کو یا دس حافظوں کو کھلاؤں گا تو دس فقیروں کو کھلا دے چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ: کسی نے یُوں کہا کہ دس روپے مکّہ میں خیرات کروں گا تو مکّہ میں خیرات کرنا واجب نہیں جہاں چاہے خیرات کرے۔ یا یُوں کہا تھا جمعہ کے دن خیرات کروں گا۔ فلانے فقیر کو دوں گا تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو بعینہٖ وہی روپے دینا واجب نہیں چاہے وہ دے یا اتنے ہی اور دے دے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر منّت مانی کہ مسجد میں نماز پڑھوں گا یا مکّہ میں نماز پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی نے فقط اتنا کہا کہ میرے ذمّہ نذر ہے اور کچھ نیّت بھی نہیں کی تو قسم کا کفارہ دے اور اگر نیّت کی تھی تو اگر روزے کی نیّت کی تھی تو تین روزے رکھے اور اگر صدقہ کی نیت کی تھی تو دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے۔

مسئلہ : اگر کہا اللہ کے لیے میرے ذمّہ فقراء کو کھانا کھلانا ہے تو دس فقیروں کو دو وقت کھانا کھلائے۔

مسئلہ : اگر کہا میرا فلاں کام ہوگیا تو بچّوں میں پانچ سیر مٹھائی تقسیم کروں گا تو کل مٹھائی فقیروں میں تقسیم کرے خواہ بچّے ہوں یا بڑے ہوں۔ اگر اس میں سے کچھ مال داروں کو یا اُن کے بچّوں کو دے دی تو اُن کے لیے وہ کھانی جائز ہے لیکن جتنی اُن کو دی ہے اتنی ہی اور خرید کر فقراء میں تقسیم کرنی ہوگی

## نذر کے چند مسائل

مسئلہ : کسی نے منّت مانی کہ میری کھوئی چیز مل جائے تو مَیں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی چاہے ایک دم سے آٹھوں رکعتوں کی نیت باندھے یا چار چار کی نیت باندھے یا دو دو کی سب اختیار ہے اور اگر چار رکعت کی منّت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنا ہوں گی، الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ : کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منّت مانی تو پُوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔ اگر تین کی منّت کی تو پوری چار۔ اگر پانچ کی منت کی تو پُوری چھ رکعتیں پڑھے۔ اسی طرح آگے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ : اگر یُوں منّت مانی کہ دس مسکین کھلاؤں گا تو اگر دل میں کچھ خیال ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گا تب تو اسی طرح کھلاوے اور اگر کچھ خیال نہیں تو دو وقت دس مسکین کو کھلاوے اور اگر کچّا اناج دے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کچھ خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گا تو اسی قدر دے اور اگر کچھ خیال نہ تھا تو ہر ایک کو اُتنا دے جتنا صدقہ فطر میں بیان ہُوا ہے۔

مسئلہ : کسی نے کہا اگر میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا یا یُوں کہا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منّت ہوگئی اگر یُوں کہا کہ قربانی کروں گا تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں جتنا خود کھالے یا امیروں کو دے دے اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ : ایک گائے قربانی کرنے کی منّت مانی پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کردے۔

مسئلہ : یُوں منّت مانی تھی کہ جب میرا بیٹا آئے تو سو روپے خیرات کروں گا۔ پھر آنے کی خبر پا کر اُس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کر دیے تو منّت پُوری نہیں ہُوئی آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

مسئلہ: یہ منّت مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ کلمہ پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھوں گا تو منّت ہوگئی اور پڑھنا واجب ہوگیا۔

مسئلہ: یہ نذر مانی کہ ہزار دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھوں گا یا ہزار دفعہ لاحول پڑھوں گا تو منّت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ: منّت مانی کہ دس قرآن مجید پڑھوں گا یا ایک پارہ پڑھوں گا تو منّت ہوگئی۔

مسئلہ: یہ منّت مانی کہ فلاں مسجد جو ٹوٹی پڑی ہے اس کو بنوا دوں گا یا فلاں پل تعمیر کروا دوں گا تو یہ منّت بھی صحیح نہیں اور اس کے ذمّے کچھ واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ: یہ منّت مانی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا تو منّت پورا کرنے کے لیے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے۔ خود بیٹے کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: یہ نذر مانی اگر یہ بیماری دُور ہوگئی تو اتنا صدقہ کروں گا۔ بیماری بظاہر ختم ہوکر پھر لوٹ آئی تو ابھی نذر پوری کرنا واجب نہیں۔

## نذر یا قسم

مسئلہ: اگر ایسے کام کے ہونے پر منّت مانی جس کے ہونے کو چاہتا اور تمنّا کرتا ہو کہ یہ کام ہو جائے جیسے یُوں کہا اگر میں اچھا ہو جاؤں تو ایسا کروں۔ اگر میرا بھائی خیریت سے آجائے تو ایسا کروں۔ اگر میرا بیٹا مقدمہ سے بری ہو جائے یا نوکر ہو جائے تو ایسا کروں تو جب وہ کام ہو جائے منّت پوری کرے اور اگر ایسے کام پر منّت مانی جس کو کرنا نہیں چاہتا اور اس طرح کہا کہ اگر مَیں تجھ سے بولوں تو دو روزے رکھوں گا۔ یا یہ کہا اگر آج مَیں نماز نہ پڑھوں تو ایک سو روپیہ خیرات کروں پھر اس سے بول دیا یا نماز نہ پڑھی تو اختیار ہے چاہے قسم کا کفارہ دیدے اور چاہے دو روزے رکھے اور ایک سو روپیہ خیرات کرے۔ کیونکہ یہ ظاہری صُورت میں تو نذر ہے جبکہ معنی کے اعتبار سے قسم ہے کیونکہ غیر مطلوب کام پر قسم بھی اسی لیے کھائی جاتی ہے کہ اس کام سے بچ سکے۔

## غیر اللہ سے نذر

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منّت اور نذر ماننا مثلاً یُوں کہنا اے بڑے پیر اگر میرا کام ہو جائے تو میں تمہاری یہ بات کروں گا یا قبروں اور مزاروں پر جانا اور وہاں منّت ماننا شرک ہے اور ایسی منّت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔

# حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

## اولیاء اللہ کا وجود

دُنیا میں اولیاءِ کرام کا وجود جیسا کہ زندگی میں باعثِ رحمت ہے اِسی طرح وفات کے بعد بھی باعثِ برکت ہے، ہوسکتا ہے ظاہر بیں اس کا انکار کریں لیکن چشم بصیرت رکھنے والوں کے لیے یہ بات مبنی بر حقیقت ہے جس کا وہ دِل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، عالمِ اسلام کے مشہور محدّث علّامہ ابن جوزی رح نے ایک واقعہ اپنی سند سے ذکر فرمایا ہے جس سے اس بات کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علّامہ ابن جوزی رح (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں

"عبداللہ بن موسٰی طلیحی کہتے ہیں کہ مَیں نے احمد بن عبّاس شامی کو سُناوہ فرما رہے تھے کہ مَیں بغداد (کے حالات سے پریشان ہوکر) وہاں سے نکلا اور حج کا ارادہ کرکے چل پڑا، رستہ میں ایک شخص سامنے آیا جس پر عبادت کے آثار نظر آرہے تھے، اُس نے پُوچھا "مِنْ اَیْنَ خَرَجْتَ" تم کہاں سے نکلے ہو؟ مَیں نے کہا "مِنْ بَغْدَادَ خَرَجْتُ مِنْهَا لِمَا رَأَيْتُ فِيهَا مِنَ الْفَسَادِ فَخِفْتُ اَنْ يُخْسَفَ بِاَهْلِهَا" مَیں بغداد سے نکلا ہوں کیونکہ وہاں اس قدر شر و فساد برپا ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اہلِ بغداد کو زمین میں نہ دھنسا

دھنسا دیا جائے، اس شخص نے کہا: "اِرْجِعْ وَلَا تَخَفْ فَإِنَّ فِيهَا قُبُوْرَ أَرْبَعَةٍ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ هُمْ حِصْنٌ لَهُمْ مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَايَا" تم واپس بغداد چلے جاؤ اور ڈرو نہیں کیونکہ بغداد میں چار ایسے اولیاء اللہ کی قبریں ہیں جو اہل بغداد کے لیے تمام بلاؤں سے حفاظت کے لیے بمنزلہ قلعے کے ہیں۔" قلتُ مَنْ هو" میں نے پوچھا کہ وہ کون کون سے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ ایک تو امام احمد بن حنبل ہیں دوسرے شیخ معروف کرخی ہیں تیسرے حضرت بشر حافی ہیں اور چوتھے منصور بن عمار ہیں رحمہم اللہ احمد بن عبّاس شامی کہتے ہیں کہ میں واپس بغداد لوٹ آیا اور چاروں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی" [1]

## وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعزہ و اقرباء اور دوست احباب کی رُو رعایت اور اپنے مخالفین و دُشمنوں کے ساتھ بغض و نفرت میں اعتدال کی راہ سے ہٹ جاتا ہے جو نہ صرف اس کے لیے بُرا ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کے اثراتِ بد سے قوم و معاشرہ دونوں متأثر ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اہلِ ایمان کو اِس طرف متوجہ فرما کر یہ ہدایت فرمائی ہے۔

| | |
|---|---|
| "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ" ج - (۴ : ۱۳۵) | اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو، اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں۔ |
| "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ | کسی قوم کی مخالفت تم کو ہرگز اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کرو، عدل و انصاف سے کام لیا کرو کہ وہ تقوے |

[1] مناقب امام احمد بن حنبل عربی ص۱۴۵

لِلتَّقْوٰی ز" - (۵ : ۸) کے زیادہ قریب ہے۔

اکابر اہلِ سُنّت حضرات عُلماء دیوبند کو جن خصوصیتوں سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اُن میں ایک نمایاں خُصوصیّت یہ ہے کہ کتاب وسُنّت پر عمل کرنا اِن حضرات کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا، ہر معاملہ میں یہ بزرگ کتاب وسُنّت پر عمل کرنے کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں خواہ وہ معاملہ دین سے متعلّق ہو یا دُنیا سے کسی کے ساتھ دوستی ومحبّت سے متعلّق ہو یا بغض ونفرت سے۔

راقم الحروف کی نظر سے اکابر دیوبند کے چند ایسے واقعات گزرے جو مذکورہ بالاہدایتِ ربانی کا کامل مظہر اور کتاب وسُنّت پر عمل کے پُورے پُورے آئینہ دار ہیں۔ جی چاہا کہ نذرِ قارئین کیے جائیں تاکہ اُنھیں پتہ چلے کہ اکابر دیوبند صرف قولاً نہیں عملاً بھی اعتدال کی شاہراہِ عظیم پر قائم تھے اور اُنکا ہر معاملہ ہدایتِ ربانی کے مطابق تھا۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمّد طیّب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب انگریزوں سے ترکِ مَوالات کا استفتاء پیش کیا گیا تو غایت انکسارِ نفس اور حدود شناسی کے ساتھ فرمایا کہ مجھے انگریزوں سے غیر معمولی بغض و نفرت ہے، ان کے بارے میں فتوٰی دینے میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں ہے کہ وہ حدود کی رعایت رکھ سکے۔ دراں حالیکہ قرآنِ حکیم کا فیصلہ ہے کہ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور یہ فرما کر اپنے مخصوص تلامیذ میں سے فتوٰی لکھنے کے لیے جن تین حضرات کا نام لیا اُن میں اوّلین نام حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا"۔ [۱]

غور فرمائیے ایک طرف انگریز سے بغض و نفرت کا یہ عالم ہے کہ اُنھیں اپنے وطن سے نکالنے کے لیے رات دن کوشاں ہیں اور کہاں کتاب اللہ پر عمل کا یہ حال کہ جب آپ سے انگریز سے ترکِ مَوالات کے متعلّق استفتاء کیا جاتا ہے تو یہ فرما کر کہ "مجھے انگریزوں سے غیر معمولی بغض و نفرت ہے اُن کے بارے میں فتوٰی دینے میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں" فتوٰی دینے سے انکار فرما دیتے ہیں۔

---

[۱] مفتی اعظم کی یاد ص: ۱۲۶

"مولانا عبد الماجد دریا بادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"سنہ خُوب یاد نہیں، غالباً ۱۹۳۰ء تھا، حکیم الاُمّت کی محفل خُصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت حاصل تھی، ذکر مرزائے قادیانی اور اُن کی جماعت کا تھا اور ظاہر ہے کہ ذکر "ذکرِ خیر" نہ تھا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے "حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے نہ خُدا کو مانیں نہ رسول کو" حضرت نے معاً لہجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ "یہ زیادتی ہے توحید میں ہمارا اُن کا کوئی اختلاف نہیں اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختم رسالت میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہیے، جو شخص ایک جُرم کا مجرم ہے یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو" ارشاد نے آنکھیں کھول دیں اور صاف نظر آنے لگا کہ ... لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ اے مُسلمانوں کسی گروہ کی مخالفت تم کو اس پر نہ آمادہ کر دے کہ تم بے انصافی پر اُتر آؤ۔ انصاف پر قائم رہو کہ یہی قرین تقوٰی ہے۔ کے حکم پر عمل کے کیا معنٰی ہیں"[1]

مولانا افضال الحق قاسمی فرماتے ہیں۔

۴۶ء کے الیکشن کا طوفان اُتر چکا تھا اور پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والا تھا، جمعیت عُلماء ہند اور مُسلم لیگ کی تاریخی ٹکر ہو چکی تھی اتّفاقاً بہار سے واپسی کے موقع پر حضرت شیخ (مدنی) رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سیّد حمید الدّین صاحب کے بچّوں کو دیکھنے کے لیے بہرائچ تشریف لے آئے صُبح کے وقت مخلصین ومتوسلین کا اجتماع تھا، مجلس ہی میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ، حضرت: بازار میں خواب کی ایک کتاب پانچ آنے میں

[1] سچی باتیں ص۲۱۳ یاد رہے کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے حضرت تھانویؒ کے اس واقعہ کو ذکر کر کے اس سے حضرت تھانویؒ کی مرزائیت نوازی کو ثابت کیا ہے، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ بریں عقل و دانش بباید گریست

فروخت ہو رہی ہے۔ جس میں تحریر ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسٹر جناح کو ایک جھنڈا عنایت فرمایا ہے"، یہ بات کہاں تک درست ہوسکتی ہے؟ ابھی حضرت کے جواب کی نوبت نہ آئی تھی کہ فوراً ایک صاحب تیز ہوکر بول اُٹھے کہ: جھوٹا خواب ہے، لیکن حضرت نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہر شخص کو خواب میں نظر آسکتے ہیں۔ ممکن ہے مسٹر جناح نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ یہ سُن کر حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے کہ جس ذاتِ گرامی کی وجہ سے پُورے مُلک میں مُسلم لیگ سے مقابلہ کی دُھوم مچ گئی اس کے علم و اخلاق میں کس قدر وسعت ہے کہ ہر چیز کا فیصلہ اخلاقی زاویۂ نگاہ اور دینی نقطۂ نظر سے ہوتا ہے"۔[1]

اکابر کے اِن واقعات سے اُن حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو بلا خوف و خطر اور بے دھڑک ہوکر اپنے مخالفین کے بارے میں ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں کہ خُدا کی پناہ حالانکہ ان پاس نہ کوئی دلیل ہوتی ہے نہ حوالہ۔

## اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ

مذکورہ بالا عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ (خُدا کے عطا کردہ) نور بصیرت سے دیکھتا ہے۔" واقعاتی دُنیا میں اس حدیث شریف کو جب دیکھا جاتا ہے تو یہ بالکل صحیح نظر آتی ہے بہت سے بندگانِ خُدا ایسے ہیں کہ اُن کی دُور رَس نگاہ وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں عام لوگوں کی رسائی ممکن نہیں ہوتی، ذیل میں عالَمِ اسلام کے مایہ ناز و قابلِ فخر مفتی حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ (م: ۱۹۵۲ء/۱۳۷۲ھ) کا ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے جس سے اس حدیث شریف کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔

حضرت قاضی سجاد حسین صاحب میرٹھیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"اب سے تقریباً ۱۸ برس پہلے کا واقعہ ہے ایک ادھیڑ عمر غیر مُسلم مسجد میں

---

[1] شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص۱۷۶

آیا اور مُسلمان ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ امام صاحب فتح پوری نے حسب معمول اسلام کی تلقین کردی اسی زمانہ میں میں اور بعض اساتذہ مدرسہ عالیہ کے دارالطلبہ ہی میں مقیم تھے اور ہم نے اپنے مطبخ کا الگ انتظام کر رکھا تھا جس میں ایک سادہ لوح نیک دل باورچی کام کرتا تھا۔ یہ نومُسلم رفتہ رفتہ ہم تک پہنچ گیا اور ہم نے ازراہِ تالیفِ قلب اُسے اپنے پاس ٹھہرالیا۔ کپڑے بنائے کچھ مالی مدد کی ساتھ کھانا کھلانا شروع کردیا اور اُس کو مدرسہ کی ابتدائی تعلیم میں شریک کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم نے مفتی صاحب مرحوم سے اس نومُسلم کا سارا حال بیان کیا۔ تحسین وآفرین کی اُمّید پر اب تک اپنی تمام ہمدردیاں بیان کیں اور درخواست کی کہ مدرسہ کی جانب سے اس نومُسلم کا تعلیمی وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

مفتی صاحب حسب عادت مستفسرانہ انداز میں ہم سے معلومات حاصل کرتے رہے اور آخر میں اپنے ایک خاص انداز میں فرمانے لگے کہ سب سے پہلے تو آپ صاحبان جواب دیں کہ آپ نے بورڈنگ میں اپنے ساتھ کس کی اجازت سے ٹھہرایا ہے ؟ گویا مفتی صاحب نے ہماری بے قاعدگی پر گرفت کی اس لیے کہ بورڈنگ میں مہمان کو ٹھہرانے کے ہم مجاز نہ تھے۔

مفتی صاحب کی گرفت اور جواب ہمارے لیے بالکل خلافِ توقع تھا ہم تو یہ اُمّید لے کر گئے تھے کہ مفتی صاحب کی مجلس سے اپنے لیے آفرین وتحسین اور نومُسلم کے لیے وظیفہ کی منظوری لے کر لوٹیں گے۔ مفتی صاحب کا یہ طرزِ عمل بہت تلخ اور ناگوار گزرا ، اور غالبًا دلی جذبات ہمارے چہروں پر نمودار ہوگئے۔ تب مفتی صاحب نے بگڑ کر ایک خاص مشفقانہ انداز میں فرمایا۔ بھائی جان اگر اس شخص نے کوئی خطرناک اقدام کر دیا تو ذمّہ داری کس پر عائد ہوگی۔ بس اس گفتگو پر مجلس برخاست ہوگئی

اور ہم دل میں کڑھتے ہوئے واپس آتے۔

کچھ مدّت کے بعد نومسلم کا بار ہم پر گراں گزرنے لگا۔ پھر مفتی صاحب کے خیالات اس بارہ میں ہمیں معلوم ہی ہو چکے تھے۔ لہٰذا ہم نے نومسلم کو جدا کر دینا چاہا۔ اس دوران میں نومسلم ہمارے باورچی سے انتہائی خلا ملا پیدا کر چکا تھا۔ جب ہم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اُن کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی تو ہمیں اپنے اس دیانتدار باورچی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

یہ دونوں ہم سے رُخصت ہوکر ریاست پٹیالہ میں جا مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ تک تو باورچی کی خیریت معلوم ہوتی رہی، لیکن اچانک یہ خبر سُننے میں آئی کہ باورچی قید خانے میں ہے اور نومسلم پھانسی پا چکا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ پٹیالہ پہنچ کر نومسلم نے اپنے آپ کو ڈاکٹر مشہور کیا اور پریکٹس شروع کر دی۔ ایک دن کوئی نوعمر بچی زیور پہنے دوا لینے آئی تو زیور کے لالچ میں نومسلم نے اس معصوم کو قتل کر ڈالا اور اپنی دُکان ہی میں لاش دفن کر دی پولیس نے کیس پکڑ لیا اور تحقیق شروع کی تو معلوم ہوا کہ وہ عادی مجرم تھا بالآخر وہ تو اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور پھانسی چڑھ گیا اور ہمارے باورچی صاحب بھی اس سے تعلق کی بنا پر جیل پہنچ گئے۔ جب ہمیں یہ سارا واقعہ معلوم ہوا تو مفتی صاحب مرحوم کی خداداد فراست کا قائل ہونا پڑا اور دل میں سوچا۔

"رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت"[1]

---

[1] مفتی اعظم کی یاد ص ۱۴۲

# ضروری وضاحت

ضربِ مومن جلد ۳ شمارہ ۴۵/۷ ۲۶ رجب تا ۲ شعبان ۱۴۲۰ھ کی اشاعت خصوصی میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا تعارف نامہ شائع ہوا جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے شاگردوں کی فہرست شائع کی گئی ہے اس میں بانی جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کا نام بھی درج کیا گیا ہے چونکہ بات تاریخی طور پر دُرست نہیں ہے اس لیے اس کی وضاحت اور تعارف کے مرتب کرنے والے دار العلوم حقانیہ کے ذمّہ دار حضرات کو آگاہ کرنا اخلاق و دیانت کے تقاضہ کی وجہ سے ضروری سمجھا گیا اور چونکہ نادانستہ طور پر یہ خبر عمومی اشاعت میں آچکی ہے اس لیے انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہی اس کی دُرستگی مناسب معلوم ہوئی تاکہ آئندہ کسی بھی ممکنہ تاریخی اُلجھن کا حتی المقدور سدِّ باب ہوجائے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی ایک تحریر نذرِ قارئین کردی جائے تاکہ دونوں بزرگوں کے آپس کے تعلّق و محبت سے اُن کی یاد تازہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں درویشانِ باخدا کو اپنی بارگاہ میں بلند ترین درجات عطا فرمائے اور اُن کے فیض کو تاقیامت جاری و ساری رکھے۔ (ادارہ)

الحمد للہ تعالیٰ

**دار العلوم حقانیہ**

Darul Uloom Haqqania
AKORA KHATTAK
PESHAWAR (West Pakistan)

اکوڑہ خٹک (پشاور) مغربی پاکستان

حوالہ نمبر ________ تاریخ ________

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

آج مورخہ ۱۸ صفر المظفر ۹۰ھ کو احقر حضرت العلامہ ذو المجد والسعادۃ مولانا حامد میاں صاحب مدظلہٗ کی دعوت پر جامعہ مدنیہ حاضر ہوا۔ مختصر وقت میں مدرسہ کی عمارت اور طلبہ کی اکثریت اور نظم وضبط، تعلیمی ماحول اور تربیت کے اثرات دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ حضرت مولانا موصوف کو قطب العالم شیخ الاسلام والمسلمین مولانا وسیدنا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے نسبت تعلق اور سعادت خلافت حاصل ہے اور یہ اس نسبت کا کرشمہ ہے کہ اس قلیل عرصہ میں جامعہ مدنیہ کو تعمیر، طلبہ، اساتذہ اور تعلیم وتربیت ہر لحاظ سے ایک ممتاز مقام حاصل ہو چکا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں اتنی ترقی مدرسہ کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ اساتذہ بھی مخلص جفاکش اور محنتی ہیں الغرض مدنی اخلاص کی جھلک محسوس ہوتی ہے خداوند کریم اس سرچشمہ فیض کو زیادہ سے زیادہ ترقیات ظاہرہ وباطنہ سے مالا مال فرمادے اس کے بانی، اساتذہ، طلبہ، منتظمین وعملہ کو زیادہ سے زیادہ اخلاص اور جوش عمل کی توفیق دے اور جامعہ مدنیہ کو علوم نبویہ کا بہترین مرکز بنا دے۔

بقلمہٖ عبد الحق غفرلہٗ
مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
(ضلع پشاور)"

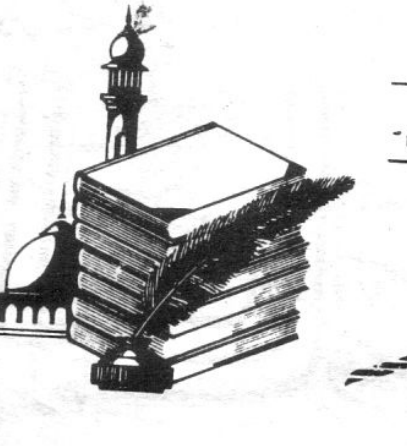

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

# تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب: نومُسلم خواتین کی ایمان افروز آپ بیتیاں

تصنیف: نگہت عائشہ

صفحات : ۳۷۸

سائز : $\frac{۳۶×۲۳}{۱۶}$

ناشر : ندوۃ المعارف ۱۳۔کبیر اسٹریٹ اُردو بازار لاہور

قیمت : ۱۵۰/

ایک زمانہ تھا کہ معاشرہ میں خواتین کا نہ کوئی مرتبہ و مقام تھا نہ کوئی عزّت و احترام، منڈی کی جنس سمجھ کر اُن سے کام تو لیا جاتا تھا، لیکن اُنھیں کسی قسم کے حقوق نہیں دیے جاتے تھے۔ دینِ اسلام کے صدقہ خواتین کو وہ حقوق ملے جن کا وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتیں۔ معاشرہ میں اُن کو عزّت و وقار نصیب ہُوا اور گھر میں آسودگی اور راحت ملی۔

اسلام کے عادلانہ نظام سے جہاں مرد متأثّر ہُوئے وہیں خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی متأثّر ہُوئی اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا، تا ہنوز خواتین کے قبولِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ مغربی خواتین دیگر مذاہب سے رُخ موڑ کر اسلام قبول کر رہی ہیں۔ بسا اوقات اُن کے قبولِ اسلام کے اسباب بڑے عجیب اور حیرت انگیز ہوتے ہیں جو دیگر خواتین کے قبولِ اسلام کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی لیے متعدّد حضرات مختلف کُتب و رسائل میں خواتین کے قبولِ اسلام کے واقعات لکھتے رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "نومُسلم خواتین کی ایمان افروز آپ بیتیاں" اسی سلسلہ کی نہایت

عمدہ کاوش ہے۔ محترمہ نگہت عائشہ صاحبہ نے مختلف کُتب و رسائل سے تقریباً ستر خواتین کے قبولِ اسلام کے واقعات کو انتہائی محنت کے ساتھ جمع کرکے اس کتاب میں شائع کیا ہے یہ واقعات دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی اِن کا پڑھنا اُن مُسلم خواتین کے لیے بھی بے حد مفید ہے جو مغربی تعلیم سے متأثّر ہو کر اسلام سے دُور ہیں،

ہمارا مشورہ ہے کہ اس کتاب کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کر اُن ممالک میں بھیجا جائے جہاں خواتین معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اُلجھنوں سے تنگ و پریشان اور کسی مسیحا کی منتظر ہیں۔

○

نام کتاب : صبر و استقامت کے پیکر

تصنیف : شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رح

صفحات : ۱۹۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ندوۃ المعارف۔ ۱۳ کبیر اسٹریٹ اُردو بازار لاہور

قیمت : ۹۶/

عالمِ اسلام کے نامور محقق حضرت شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں آپ نے متعدّد موضوعات پر بہت سی قیمتی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے ایک کتاب "صَفَحَاتٌ مِنْ صَبْرِ الْعُلَمَاءِ" بھی ہے کتاب کا موضوع عُلماءِ کرام کے اُن مصائب و آلام کو بیان کرنا ہے جو اُنھوں نے حصولِ علم کی راہ میں برداشت کیے ہیں۔ موصوف نے بڑی دیدہ ریزی سے پچاس سے زائد مآخذ کو کھنگال کر بڑی تحقیق و جستجو کے بعد مشاہیرِ اسلام کے نہایت ہی سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے تقریباً تمام واقعات بہت ہی عجیب و غریب اور انتہائی اثر انگیز ہیں۔ شیخ کی یہ کتاب عربی میں ہے۔ زیرِ نظر کتاب "صبر و استقامت کے پیکر" شیخ کی اسی عربی کتاب کا ترجمہ بلکہ ترجمانی ہے جس کے فرائض مولانا عبدالسّتّار سلام قاسمی صاحب نے ادا کیے ہیں پہلے یہ کتاب ہندوستان میں طبع ہوئی تھی اسی کا عکس لے کر "ندوۃ المعارف" لاہور کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

راقم الحروف نے ۱۹۸۸ء میں دیوبند کے سفر کے دوران یہ کتاب وہاں سے خریدی تھی، ایک سال رمضان المبارک میں فجر کی نماز کے بعد درس میں عوام الناس کو سُنائی تو اِس کا بہت اثر ہُوا متعدّد افراد نے اس کی طباعت کا تقاضا کیا لیکن بوجوہ یہ کتاب شائع نہ ہوسکی، محترم شبیر احمد خان میواتی صاحب مدیر "ندوۃ المعارف" شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے یہ کتاب شائع کرکے سہل الحصول بنا دی ہے، کتاب عوام النّاس اور طلباء کرام کے لیے بے حد مفید ہے انھیں اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

کتاب حسنِ معنوی کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے، طباعت وکتابت عمدہ ہے۔

○

نام کتاب : سیرت بانی دار العلوم

تالیف : حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ

صفحات : ۱۳۶

ناشر : مجلس یادگار گیلانی ڈی ۴۸۔گلی ۳ سیکٹر ½۱۱، اورنگی ٹاؤن کراچی

قیمت : ۸۰/

حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ (م : ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء) نے آج سے تقریباً ستاون اٹھاون برس پہلے ماہنامہ "دار العلوم" میں بانی "دار العلوم دیوبند" قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی سوانح سے متعلق ایک مضمون سلسلہ وار لکھنا شروع کیا تھا جو "دار العلوم کے بانی کی کہانی کچھ اُن ہی کی زبانی" کے عنوان سے چھ قسطوں میں شائع ہُوا تھا۔ زیرِ تبصرہ کتاب "سیرت بانی دار العلوم" میں اِنھی چھ اَقساط کو "ماہنامہ دار العلوم" کی پُرانی فائلوں سے لے کر نئے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی سوانح سے متعلق تین جلدوں میں ایک ضخیم کتاب "سوانح قاسمی" کے نام سے تحریر فرمائی ہے جو مسلسل شائع ہو رہی ہے یہ کتاب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی زندگی کے تمام گوشوں کو کماحقہ اُجاگر کرتی ہے اور آپ کی سوانح سے متعلق تمام تر تفصیلات اس میں موجود ہیں، اس ضخیم کتاب کی موجودگی کے باوجود "سیرت بانی دار العلوم" کی اہمیت و

افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس مختصر سوانح کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسے حضرت بانی دارالعلوم کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں مرتب کیا ہے اور کمال یہ ہے کہ حضرت بانی دارالعلوم کی اَدَق اور مشکل اُردُو فارسی کُتب سے اس قدر خُوب صُورت انداز میں اقتباسات لیے ہیں کہ طبیعت عش عش کر اُٹھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کتاب کے مرتب جناب محمد عامر قمر صاحب کو جزائے خیر دے کہ اُنھوں نے حضرت مولانا گیلانی مرحوم کے انتہائی نایاب جواہر ریزوں کو اکٹھا کر کے سلیقہ کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے، کتاب کا پیش لفظ معروف مورّخ و قلمکار جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری زید مجدہ کے قلم سے لکھا ہُوا ہے اس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، قارئین کو اس کتاب سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

○

نام کتاب : تاریخ جنات وانسان اور اُن کی دینی دعوت

تالیف : مولانا حبیب اللہ قاسمی

صفحات : ۴۴۰

سائز : ۱۶/۳۶×۲۳

ناشر : طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت :

پیشِ نظر کتاب "تاریخ جنات وانسان" ہندوستان کے ایک عالم ربّانی مولانا حبیب اللہ قاسمی دامت برکاتہم کی تصنیف ہے، اس میں آپ نے ابتداءِ آفرینشِ عالم سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تاریخ نہایت مختصر اور اچھوتے انداز میں بیان کی ہے جس سے سرسری نظر اور تھوڑے سے وقت میں جنات وانسان کی تاریخ اور ان کی دعوت و تبلیغ سامنے آجاتی ہے اس کتاب کی تالیف سے مولانا موصوف کا مقصد غیر مُسلم اقوام کو دعوتِ اسلام دینا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ وہ بنظرِ انصاف اس کتاب کو پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے۔

مولانا نے اس کتاب میں انتہائی منفرد انداز اپنایا ہے اور مناظرانہ طرز سے ہٹ کر سراسر

ناصحانہ طرز اختیار کیا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب صحیح معنٰی میں ایک دعوتی کتاب بن گئی ہے پہلے یہ کتاب ہندوستان میں طبع ہوئی تھی اسی کا عکس لے کر طیّب اکیڈمی ملتان کی طرف سے پاکستان میں شائع کی گئی ہے۔ کتابت و طباعت مناسب ہے۔ کتاب اس لائق ہے کہ اسے پڑھ کر غیر مسلم دوستوں بالخصوص ہندو، سکھ، عیسائی حضرات کو تحفہ کے طور پر پیش کیا جائے۔

○

نام کتاب : فضائلِ جماعت

تصنیف : حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب

صفحات : ۹۰

ناشر : طیّب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت : ۵۴/

زیرِ نظر کتاب "فضائلِ جماعت" میں کتاب و سُنّت کی روشنی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل و مسائل کو مؤثّر انداز میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ درمیان میں اکابر و اسلاف کے عبرت انگیز واقعات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ اندازِ بیان دلنشین اور آسان ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی کرنے والے حضرات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

○

نام کتاب : خاصانِ خُدا کا خوفِ آخرت

تصنیف : ابو محمّد امام الدّین

صفحات : ۲۵۶

سائز : ۱۶/۳۶×۲۳

ناشر : طیّب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت :

انسان کو عمل پر آمادہ کرنے والی چیز یا شوق ہوتا ہے یا خوف، شوق بمنزلہ قائد کے ہے اور خوف بمنزلہ سائق کے، کتاب و سُنّت میں جو ترغیب و ترہیب سے کام لیا گیا ہے وہ اسی

شوق یا خوف کو پیدا کرنے کے لیے لیا گیا ہے۔ قدیم سے ہمارے اسلاف ترغیب و ترہیب سے متعلق کتابیں لکھتے رہے ہیں تاکہ ہر انسان اپنے مزاج کے مطابق شوق سے یا خوف سے عمل پر راغب ہو۔ زیرِ نظر کتاب "خاصانِ خدا کا خوفِ آخرت" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کتاب کے شروع میں عقیدۂ آخرت، عقیدۂ آخرت کے تقاضے اور احوالِ آخرت سے متعلق آیات و احادیث ذکر کی گئی ہیں اور اس کے بعد ترتیب وار خلفاء راشدین صحابۂ کرام تابعین تبع تابعین اور بزرگانِ دین کے خوفِ آخرت سے متعلق رقّت انگیز اور سبق آموز واقعات و حالات ذکر کیے گئے ہیں، کتاب اپنے موضوع پر عمدہ کاوش ہے اصلاحِ احوال اور فکرِ آخرت پیدا کرنے کے لیے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے

(ن ۔ د)


عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عَظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور۔ فون 7322408

# اخبار الجامعہ

○ ۲۶ راکتوبر بروز منگل پشاور سے ڈاکٹر مولانا عبدالدیان صاحب تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی آپ اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

○ ۳ رنومبر کو جناب ملک افضل صاحب میاں چنوں سے تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۴ رنومبر کو حافظ اخلاق احمد صاحب کراچی سے مع رفقاء تشریف لائے اسی روز ڈیرہ اسماعیل خان سے جناب محمد طیّب صاحب تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۵ رنومبر کو جناب مولانا دو تائی صاحب مع رفقاء زیارت بلوچستان سے تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۷ رنومبر کی صبح حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی، اسی روز مغرب کے بعد لندن سے جناب مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب تشریف لائے اور حسب معمول جامعہ میں قیام فرمایا، آپ ۱۲ رنومبر کو براستہ واہگہ ہندوستان تشریف لے گئے۔

○ ۱۱ رنومبر کو حافظ رشید احمد صاحب کراچی سے تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۱۹ رنومبر کی رات بھائی آفتاب صاحب کراچی سے تشریف لائے اور رات جامعہ میں قیام فرمایا۔ آپ اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

○ ۲۰ رنومبر کو جناب ڈاکٹر چودھری رحمت علی صاحب لندن سے تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا

○ ۲۱ رنومبر کو جناب حکیم جمال الدّین صاحب نوشہرہ سے تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا آپ اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

○ ۲۱ رنومبر کو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا، آپ ۲۳ نومبر کی صبح واپس تشریف لے گئے۔

○ ۲۲ رنومبر بروز پیر دوپہر کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم اور دیگر کئی مہمان جامعہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔ آپ شام کو واپس تشریف لے گئے۔